وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُّقتلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اموَات بل اَحیآ ء ولکن لَّا تشعُرُون ہ
اوراللہ کے رستے میں شہید ہونے والوکومردہ مت کہو۔ درحقیقت وہ زندہ ہیں

شہادت حسینؓ اورکربلا کی حقیقت

از

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی

سجاد چاریٹیبل ٹرسٹ بنگلور۔۴۳

نام کتاب	:	شہادت حسینؓ اور کربلا کی حقیقت
مصنف	:	مفتی محمد سجاد حسین القاسمی نان پوری مقیم حال بنگلور کرناٹک (انڈیا)
پہلی اشاعت	:	جولائی ۲۰۲۴ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۲۵/روپئے
سلسلہ مطبوعات	:	باہتمام: مکتبہ سعدین یاسین نگر بنگلور۴۳

Shahadat-e-Hussain Ka Pas-e-Manzar

By:

Mufti Md Sajjad Hussain Qasmi

انتساب

میں اَپنی اِس کتاب کو زندگی سے زیادہ عزیز ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام اور اپنے جملہ حق پرست و انصاف وراَساتذۂ کرام اور دانشوران قوم وملت کے نام منتسب کرتا ہوں، جن کے آغوشِ تربیت وتوجہات کے طفیل بندہ کو'' وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا ''پرعمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی!!!

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی ناپوری
بانی ومہتمم جامعہ دارالثقلین ہیگڈے نگر بنگلور
بانی وصدر سجاد چاریٹیبل ٹرسٹ رجسٹرڈ بنگلور
بانی وایڈیٹر'' ماہنامہ ندائے طیب'' اردو نیوز پیپر، بنگلور
مؤرخہ ۵/محرم ۱۴۴۵ھ
مطابق: ۵/جولائی 2024ء
شب جمعہ، بوقت :2.40

مجھے کوفہ والوں مسافر نہ سمجھوں

مجھے کوفہ والوں مسافر نہ سمجھوں
میں آیا نہیں ہوں بلایا گیا ہوں

اک مہماں بنا کر ستا یا گیا ہوں
میں رویا نہیں ہوں رلایا گیا ہوں

خدا جانے کیسی ہے یہ میزبانی
بہتر پیاسوں کا ہے بند پانی

مقدر میں ہے حوض کوثر کا پینا
میں پیاسیا نہیں ہوں پلایا گیا ہوں

جھکا تھا جو سر بارگاہ خدا میں
وہی سر قلم ہو گیا کربلا میں

شہادت کی منزل کو پایا ہے میں نے
میں مردہ نہیں ہوں جلایا گیا ہوں

☆☆☆☆☆☆

شہادت امام حسینؓ

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا پس منظر کتاب میں میں نے واضح کر دیا ہے کہ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی اصل وجہ کیا تھی؟

مجھے اس کتابچہ میں میدان کربلا میں امام حسینؓ کی شہادت کے واقعہ کو بیان کرنا ہے۔ مگر تمہیدی طور پر اس کے پس منظر کو بھی مختصرا پیش کر دینا اس کتاب کے مضمون کو سمجھنے کے لئے ضروری سمجھتا ہوں! دیکھئے!

''دین اسلام'' کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے بیڑہ اٹھایا تو من موجی اور عقلی مذہب پر چلنے والے شیطانی گروہ (پارٹی) نے زبردست مخالفت کی۔ پھر اسی گروہ یعنی پارٹی میں سے ایک بدطینت و بدمزاج راہ کے متحرک و فعال ''عبداللہ بن سبا'' نامی شخص نے جہنمیوں کی جماعت الگ ہو کر اس دین کو پنپنے نہیں دینے کے لئے پوری طرح مقابلے پر اتر آئی۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا یمنی اپنے گروہ کی سربراہی ہاتھ میں لے کر موقع بموقع ترقی کرتے ہوئے، حضرت عثمانؓ کو پھر حضرت علیؓ کو ان کے بعد امام حسنؓ کو اور پھر حضرت امام حسینؓ کی بھی شہادت کا سبب بنا۔

مگر ''جسے خدا رکھے اسے کون چکھے'' مقولہ مشہور ہے۔ اسی مقولہ کے عین مطابق حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں مخالفین اسلام نے جتنا مقابلہ کیا۔ اتنا ہی یہ دین پھیلتا چلا گیا۔ مگر یاد رہے کہ ''پھیلنے'' اور ''پھیلا'' نے میں فرق ہے۔ ''پھیلنا'' خود سے ہوتا ہے۔ ''پھیلانا'' انسانی عمل دخل سے ہوتا ہے۔ ''پھیلانا'' مستقل تعمیر کرنی ہوتی ہے۔ جس میں قاعدہ کے مطابق ''محنت و مشقت اور تکلیف'' اٹھانی لازم ہیں۔

حضور پر نور ﷺ اس دین اسلام کے آخری اوتار و پیغمبر تھے۔ آپ ﷺ کے ذمہ ساری دنیا کے انسانوں کے ''جسم، روح اور مال اور فطرت و معاشرت'' میں لگے وائرسوں کو ڈیلیٹ کرنی تھی۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو چیز جتنی بڑی ہوتی ہے۔ اس کیلئے اتنی ہی طاقت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

چونکہ آپ ﷺ کل کائنات کے لئے آخری رسول ﷺ تھے۔ کل کائنات کے کل انسانوں کی من مانی اور وائرسوں کو ڈیلیٹ کرنے کے لئے محنت کرنے میں ''مشقت و تکلیف'' برداشت کرنی بھی قاعدہ کے مطابق ضروری تھی۔ اسی لئے آپ ﷺ کو تمام پیغمبروں سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔

آپ ﷺ چونکہ آخری نبی ﷺ تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے مکمل پیغامات کو اللہ کے بندوں تک پہنچانا ضروری تھا۔ اس ضرورت کی تکمیل کیلئے آپ ﷺ کا باحیات رہنا ضروری تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ کی جان کے پیچھے جب مخالفین پڑے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ جبکہ مخالفین اسلام نے زبردست مخالفت کیں۔ حتی کہ آپ ﷺ کے قتل کی بھی نعوذ باللہ کئی بار کوششیں بھی کیں۔ لیکن مخلفین اس سازش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

وجہ اس کی خود رب کائنات کی طرف سے ''وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ '' جملہ کے ذریعے آپ ﷺ کی حفاظت کا وعدہ تھا کہ ''اے نبی ﷺ! آپ ﷺ بس اپنی تبلیغی ذمہ داری مکمل نڈر ہو کر دشمنوں کی پرواہ کئے بغیر نبھاتے رہئے! ان انسانی دشمنوں سے اللہ آپ ﷺ کو محفوظ رکھے گا''۔

شبہ : اب سوال یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی خود اللہ تعالی نے حفاظت کی تو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور اور اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اور پھر دیگر مبلغین اسلام کی حفاظت کیوں نہیں فرمائے؟

جواب : کیوں کہ حضور ﷺ رسول اور خاتم النبیین تھے۔ آپ پر اللہ تعالی اپنا آخری وحی اور کلام ہدایت نازل کر رہے تھے۔ اگر حفاظت نہ فرماتے تو مکمل کلام کس پر نازل فرماتے؟ اس لئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی بوجہ رسول اور ن پر اپنے مکمل کلام ہدایت کو نام کرنے کے لئے حفاظت کا وعدہ کر کے پوری حفاظت کی۔

البتہ جگہ بجگہ آپ ﷺ کو تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ یہ کسی چیز میں تعمیر کے وقت میں قاعدہ کے

مطابق ''محنت ومشقت'' کے لازم ہونے کے سبب سے ضروری تھیں۔اس کے علاوہ آپ ﷺ کی محنت ومشقت کا اٹھانا،امت کے تبلیغی کام کے لئے سبق تھا کہ خدا کی طرف سے محفوظ ومصوٴن رسول عربی ﷺ جب تبلیغی اور حق کام میں تکلیفیں اٹھائے ہیں،تو امت کے تبلیغی کام کرنے والے لوگ پیغمبر تو نہیں ہیں۔ان پر کوئی کلام الٰہی کا نزول نہیں ہوگا۔بلکہ حضور پرنور ﷺ پر نازل شدہ مکمل کلام الٰہی کے پھیلانے اور تمام انسانوں کے کان تک پہنچانے کا کام کرنے کی ذمہ داری نبھانی ہے۔

ظاہر بات ہے الٰہی پیغام کو بعینہ دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا بھی ایک مستقل کام ہے۔اس کام میں لوگوں کے مزاج کے مطابق مقابلہ ہونا اور اس میں تکلیفیں اٹھانی لازمی ہیں۔اس لئے جن جن مواقع پہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت پڑے تو مبلغین حضرات گھبرائیں نہیں۔بلکہ اپنے رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلتے رہیں کہ انہوں نے سبق پڑھا دیا ہے کہ ''کسی بھی کام میں تکلیفیں اٹھانا،مصیبتیں برداشت کرنی'' یہ اصول میں سے ہے۔بلکہ ضرورت پڑنے پر جان کی قربانی بھی پیش کرنی پڑے گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسی اصول کے تحت آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب واہل اسلام کے جانبازوں اور مجاہدوں نے وقت وقت پہ دین اسلام کی اشاعت کے لئے جان،مال عزت و آبرو سبھوں کی قربانیاں پیش کیں ہیں اور آج بھی قربانیاں پیش کی جارہی ہیں۔موجودہ دور میں فلسطینی مسلمان اپنے بچوں تک کی قربانیاں دین اسلام کے مقدس قام بیت المقدس کیلئے پیش کررہے ہیں!

اس تفصیل سے شبہ صاف ہوگیا کہ ان صالحین لوگوں کو جان کی قربانی اس لئے دینی پڑی کہ یہ نبی اور رسول نہیں تھے۔بلکہ اپنے وقت کے مبلغین اسلام تھے۔یعنی اس کائنات کی چیزوں کے حقائق کی جانکاری اور ان کے استعمال کے تمام طریقوں کی تعلیم اور اس کے عین مطابق حضرت انسان کا استعمال اور پرسکون اور نارمل زندگی کے لئے رسول عربی ﷺ پر اتارے ہوئے،قرآنی قوانین کو اپنی اور اپنے بعد والے لوگوں کی زندگی میں انسٹالنگ کرکے صحیح عمل کرنے کے لئے تعلیم و تعلم اور افہام وتفہیم کے عمل کرنے والے لوگ تھے۔یہ اس کائنات کے آخری مبلغین حضرات تھے۔قرآن کریم دنیا میں آخری وحی الٰہی اور تعلیم ربانی ہے۔اس لئے اس کی تبلیغ،رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے اصحاب اور ان کے بعد قیامت کے اہل اسلام پر ذمہ داری کے طور پر دی گئی۔

رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت آدمؑ کے بعد درمیان میں جن جن مواقع سے لوگ الٰہی تعلیم و اسباق سے ہٹے۔ وہ ہٹا ہوا راستہ ''مذہب و ذاتی اور مفاد والا چلن'' کہلایا۔ یہی گمراہی کا راہ بنتا چلا گیا۔

چنانچہ جتنے مذاہب ہیں۔ وہ کسی نبی کی بھٹکی ہوئی قوم کی چلن و رسومات ہیں۔ رسول مقبول ﷺ کی بعثت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی امت کے لوگ ان کی شریعت سے ہٹ کر من مانی زندگی گذار رہے تھے۔ جس میں طاقت ور کمزوروں پر ظلم و زیادتی کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ من موجی اور خیالی گناہوں کو کیا اور کروایا جا رہا تھا۔ خدا کے بالمقابل تینتیس کروڑ خداؤں کو لوگوں نے ''اللہ'' سمجھ لیا تھا۔ محترم شخصیت اور پہلے انسان حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کے ساتھ بدتمیزی کے عقیدے کو احترام کا نام دے دیا گیا تھا۔ یعنی ان کی شرمگاہوں تک کی پوجا پاٹ ک ولوگوں نے ''عبادت'' و ''احترام'' سمجھ لیا تھا۔ کعبہ جو اصلی اللہ کا اصلی عبادت خانہ اور کائنات کی پہلی مسجد تھی۔ ان جاہلوں نے اس کو ''مندر'' میں تبدیل کر کے اس میں اپنے انہی بزرگوں کی بتوں رکھ کر خدا سے ضروریات مانگنے اور ان کی عبادت کرنے کے بجائے ان بتوں سے مانگ تانگ کرنے لگے تھے۔

ایسے وقت میں توحید و شرک کو سمجھا کر الٰہی اصلی تعلیم کے لئے آخری ہدایت نامہ ''قرآن مجید'' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے رسول عربی ﷺ پر نازل کر کے ان پر باضابطہ عمل کر کے دیکھا دینے کا حکم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی حکم الٰہی پر عمل کرتے ہوئے جو آدم سے عیسیٰ تک والے اصلی ''دین اسلام'' کے اصول کو از سر نو بتلایا اور حاضرین لوگوں کے زمانے کی نسبت سے اس دین میں آخری ترمیم کر کے جاری وائرسوں کو ختم کرنے کیلئے جو محنت کیں۔ یہی دین قیامت تک کے لئے اصلی دین تھا۔

اس اصلی دین کو حضور ﷺ نے تن تنہا مکۃ المکرّمہ سے کھڑے ہو کر پوری کائنات میں پھیلانے کے لئے حجۃ الوداع کے آخری خطبے میں بیش قیمت خطبہ دے کر سوا لاکھ صحابہؓ کو تیار کر کے اقرار لے کر، اس سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ذات بابرکت پر لحجہ لحجہ رحمتیں نازل فرماتے رہیں! آمین ثم آمین!

رسول مقبول محمد عربی ﷺ کے بعد جب خلفائے راشدین نے تعلیم نبوی ﷺ کی تبلیغ جاری رکھی تو مخالفین اسلام نے بھی اپنے من مانی اور باپ داداؤں کے مذہب و رسومات کو باقی رکھنے کے لئے تحریکیں اٹھائیں۔ ان تحریکوں کے پس منظر میں ''منافقین و مخالفین اسلام'' میں سے بڑھ چڑھ

کر حصہ لینے والے ''سبائی خارجی'' گروہ کے لوگوں نے اس دین کی اجتماعیت میں بہت نقصان پہنچایا! مگر!

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

الحمدللہ! دین اسلام کی تعلیم برابر پھیلتی رہی۔ حضورﷺ رسول تھے۔ ان پر وحی کا نزول ہورہا تھا۔ اس لئے پریشانی تو ہوئی! مگر وہ لوگ آپ کو نعوذ باللہ! قتل نہیں کرسکے۔

لیکن جب آپﷺ کے اصحابؓ نے اس دین اسلام کی تبلیغ شروع کی تو بہت سے صحابیوں کو جان کی بھی قربانیاں دینی پڑیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؓ اور بہت سے دیگر اصحاب نبیﷺ اور بہت سے صالحین اسلام نے اپنی اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ اللہ تعالی نے عربی سال کے جو بارہ مہینے مقرر کی ہیں۔ انکی ابتدا اور انتہا دونوں مہینوں بھی قربانی دینے کی عملی مثال پیش کر کے تعلیم دی ہیں کہ ''بلا قربانی کے ترقی اور اصلی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے''۔

چنانچہ عربی سال کے آخری مہینہ ''ذی الحجہ'' میں حضرت ابراہیمؑ کے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے کے حکم پر عمل کروا کر تعلیم دی کہ ''ا ن الحکم الا للہ'' کہ حکم صرف اور صرف اصلی اللہ کا چلے گا''۔ کسی اور کا ہرگز نہیں چلے گا''۔ اصلی اللہ کے مقابلے میں باپ، ماں، بھائی، بہن، چچا، ماموں، چچانی، پھوپھا، پھوپھی اور خاندان وندان'' کسی کا کچھ نہیں چلے گا''۔

اسی طرح اپنے کلام ''اِنِّی وَجَّھتُ وَجھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَاوَاتِ ولَارضَ حَنِیفًا وَّ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشرِکِینَ ہ اِنَّ صَلٰتِی وَ نُسُکِی وَ مَحیَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ ہ کے ذریعے یہ واضح کردی کہ بندہ ہمیشہ یہ عقیدہ رکھے کہ ''بلاشبہ میں نے (ہر عمل میں) اپنی توجہ خاص اپنے اُس اصلی اللہ کی طرف کی، جس نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو پیدا کی ہیں، اور میں یقینی طور پر اصلی رب کی جگہ، اس کی پیدا کی ہوئی کسی اور محتاج و بے بس چیز کو اس کے شریک نہیں کرتا ہوں، بلاشبہ میرا مرنا، میرا جینا، میری نمازیں (عبادتیں) اور (دیگر صورت حال) سبھی اسی رب کے لئے مخصوص ہیں، جو ایک نہیں سارے عالم کے پروردگار ہیں''۔

اس عقیدہ کو اللہ تعالی حضرت ابراہیمؑ کی زبانی اقرار کروا کر اس پر عملی امتحان بھی لیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم کے مطابق بوڑھاپے میں پیدا ہوا لخت جگر اپنے بیٹے ''اسماعیلؑ'' کو میدان منی میں قربان کرنے کو چلدیئے۔ اللہ تعالی نے اس عمل پر براہ راست لبیک کہہ دینے پر

بطور انعام کے اسماعیل کو بچا کر جانور میڈھے کی قربانی کروا کر اس کے گوشت و پوست سے بھی فائدہ اٹھانے کے لئے اجازت دے دی۔

اسی طرح عربی مہینوں کے آخری مہینہ ''محرم الحرام'' کی دسویں تاریخ میں ''دین اسلام'' کی روح ختم ہونے کے وقت نواسۂ رسول مقبول علیہ الصلوۃ والتسلیم حضرت امام حسینؓ وقت کے عین مناسب سامنے آ کر میدان کربلا میں لڑتے جنگ کرتے گردن کٹا کر ''دین اسلام'' کی ''خلافت'' والی ذہنیت کو باقی رکھا۔ چنانچہ آج بھی صحیح اسلام کے مدعی کوشاں ہیں کہ ''خلافت'' کا قیام ہو جائے۔اس کوشش کا آخری امام حضرت امام مہدیؑ ہوں گے۔

بہرحال! دین اسلام کی تعلیم سال کے گذرتے گذرتے اور سال شروع ہوتے ہوتے یہ سبق دیتا ہے کہ ''جدوجہد اور تعلیم اسلام کو باقی رکھنے اور اس پر عمل کر کے صحیح مسلمان بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مر جانے کے لئے'' تیار رہنا ہے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے دلسوز واقعہ اسی قاعدہ اور سبق کو یاد دلاتا ہے۔اہل اسلام کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعہ سے اپنی زندگی میں روح اسلام ''خلافت'' کے قاعدہ کے مطابق اسلامی قوانین کے نفاذ کیلئے کوشاں رہنا چاہئے۔اس کیلئے میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا دردناک واقعہ پیش کرتا ہوں!

میدان کربلا میں شہادت حسینؓ کا دردناک واقعہ

حضورﷺ کا نافذ کردہ خلافت الہیہ جاری ہو کر حضرت علیؓ کے دور تک مختلف حالات سے گذرتے چلتی رہی۔حضرت عمر فاروقؓ تک تو منافقین اور دشمنان اسلام لوگ ظاہری طور پر دین اسلام اور خلافت کے نظام میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔مگر اندورون طور پر اپنی جمعیت بناتے اور پھیلاتے رہے۔یہی منافقین اور دشمنان اسلام، حضرت عثمانؓ کے دور سے، خلافت کے نظام اور اس کی اصل بنیاد ''دین اسلام'' کے اندر تفرقہ پیدا کر کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ کو خلافت کا حقدار وجہ بتا کر، شہید بھی کر دی۔

ان کے بعد حضرت علیؓ کا جب دور آیا تو ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانے سے بصرہ ملک شام کے مستقل گورنر رہتے ہوئے آنے والی بنو امیہ خاندان کی زبردست شخصیت ''حضرت امیر معاویہؓ'' سے اور حضرت علیؓ میں ''خاندانی تعصب'' کی بیج بو کر، اختلاف پیدا کر کے خلافت

اسلامیہ کو تقسیم کردای۔

چنانچہ امیر معاویہؓ سے جنگ ہونے پر اسلامی حکمرانی دو حصوں میں منقسم ہوگئی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ بصرہ، مصر اور اس کے اطراف میں ''دمشق'' کو راجدھانی بنا کر حکمرانی کر رہے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ ''کوفہ'' کو راجدھانی بنا کر کوفہ، عراق اور اس کے طراف و مکہ اور مدینہ پر حکمرانی کر رہے تھے۔ سبائی پارٹی کے لوگ حضرت علیؓ کی طرف ے خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ اب تو کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ اگر یہ زندہ رہ گئے اور مزید مضبوط ہو گئے تو خیر نہیں ہے۔ اس لئے سازش کر کے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد امام حسنؓ، حضرت علیؓ کی جگہ جانشیں ہوئے تو یہ خیال کر کے کہ اب تک بہت اہل اسلام آپس میں لڑ بھڑ کر نقصان اٹھا چکے ہیں۔

چونکہ امیر معاویہؓ بھی چونکہ جلیل القدر اور با اثر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ وہ بھی خلافت اسلامیہ کو باقی رکھیں گے۔ اس لئے دو منقسم اہل اسلام کی سلطنت کو انہوں نے امیر معاویہؓ کو اپنی حکمرانی، سونپ کر سبکدوش ہو کر متحد کر دی۔ جس کے نتیجے میں اہل اسلام ایک پلیٹ فارم پہ آ کر ۲۵/ربیع الاول (بارہ وفات) ۴۱ ہجری پہ متحدہ اسلام کی سلطنت کے لئے بیعت لے کر ۶۰/ہجری تک کل ۲۱/اکیس سالوں تک شان بان سے فتوحات کرتے حکمرانی کی۔

حضرت امیر معاویہؓ سبائی گروہ کی محبت میں عداوت والی سازش سے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے توسط سے یزید کو ولی عہد بنا کر ۶۰/ہجری میں ۷۵، یا ۷۸، ۷۳، یا ۸۵/ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

یزید کی حکمرانی اور امام حسینؓ سے مقابلہ

کمال فی اسماء الرجال کتاب کی تحریر کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کی وفات علامہ خطیب تبریزی کے بقول ماہ رجب ۶۰ ہجری میں ''لقوہ'' کی بیماری کے سبب مقام دمشق میں بعمر ۷۸/ہو گئی۔ تاریخ طبری ج/۴/ص: ۱۳۰/ کے مطابق ۱۹/برس تین ماہ حکومت کر کے وفات پائے۔ اس کے بعد ''سبائی خارجی'' تحریک کے سپورٹ سے حضرت امیر معاویہؓ کے ''ولی عہد'' بیٹا ''یزید'' بروایت تاریخ طبری/ج/۴/ص: ۱۳۹/ رجب المرجب کی ۱۵/ یا ۲۲/ یا بقول بعض غرۂ رجب کو اپنے باپ کا جانشیں بنا۔

سلطنت اسلامیہ کے حالات : یزید کی حکمرانی پر تخت نشینی کے وقت ملت اسلامیہ بہت عروج پہ تھا۔ کوفہ کا گورنر ''نعمان بن بشیر'' تھا۔ ان سے پہلے حضرت امیر معاویہ کے

عہد میں بقول تاریخ طبری رج ر۴رص:۸۲ر کے بیان کے مطابق سات برس چند مہینے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تھے۔ ایک زمانہ میں زیاد بن سفیان تھے۔

پھر انہوں نے اپنا جانشیں ''عبداللہ بن خالد بنا سید'' کو بنادی تھی۔ جب اپنے گروہ کا خود حاکم بن گئے تو خود، دمشق میں یزید (تاریخ کربلا رص:۲۲۰ کے مطابق رکنیت ''ابو خالد'' المتولد ''۲۵رہجری) تخت نشیں ہوا۔ باپ کا نام امیر معاویہؓ اور ماں کا نام ''میسون بنت بخدل کلبی'' تھا۔ شرابی، گستاخ، بے ادب، اور بہت بڑا ظالم تھا)۔

تاریخ الخلفاء رص:۳۰۵ر پر اس کے تعلق سے حدیث حضرت ابو درداءؓ سے منقول ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں پہلا شخص میری سنت کو بدلنے والا ''بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام ''یزید'' ہوگا۔ اسی مضمون کے اور بھی احادیث منقول ہیں۔

بصرہ کا حاکم ''بروایت تاریخ طبری رج ر۴رص:۱۱۱رسمرہ بن جندب کو معزول کر کے ''عبداللہ بن عمرو غیلان'' کو بنایا گیا تھا۔ خراسان (موجودہ افغانستان) کا حاکم ''امیر معاویہ نے بروایت تاریخ طبری ''ابن زیاد کے بیٹے ''عبیداللہ'' یعنی اپنے سگے بھتیجے کو ۲۵ر برس کی عمر میں، ر۳۵رہجری میں بنایا تھا۔ مگر ۵۵ ہجری میں امیر معاویہؓ نے عبید اللہ بن زیاد بھتیجے کو بصرہ کے حاکم ''عبداللہ فزاری'' کو معزول کر کے اس کی جگہ ''عبیداللہ'' بھتیجے کو مقرر کردی۔ پھر تھوڑے دنوں بعد انہیں بصرہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ مدینہ کا حاکم ''ولید بن عقبہ'' تھے۔ کل صوبے ۸ر تھے۔ جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

یزید نے بروایت طبری عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان یعنی اپنے چچا کو بصرہ کا اور نعمان بن بشیرؓ کو ''کوفہ'' میں بحال رکھا۔ مکہ کے امیر ''ولید بن عتبہ بن ابی سفیان'' تھا۔ مکہ کا حاکم ''عمرو بن سعید بن العاصؓ'' تھے۔ یزید نے مخالفین سے بیعت لینے کو فوری طور پر کوئی ضروری نہیں سمجھا۔

تقسیم اہل اسلام اور بیعت کے لئے یزیدی خطوط: لیکن! یزید تو اپنی حکمرانی کا انتظام کرتو رہا تھا۔ دوسری طرف اس کے امیر بننے سے اتنی بڑی متحدہ اسلامی سلطنت کی حکمرانی، پھر سے انتشار کی حالت میں آگئی۔ امت کے افراد دو حصوں میں خلیفہ اسلام کے عنوان پر تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ امیر معاویہؓ کے ماننے والوں کا تھا۔ جنہوں نے یزید (المتولد ۲۵رہجری رکنیت ابو خالد، ماں ''میسون بنت بخدل کلبی) کا بنا۔ دوسرا گروہ ''حسینی گروہ کا بنا۔

یزید نے تخت نشینی کے بعد فوراً سلطنت اسلامیہ کے چہار طرف اور کل صوبوں میں اپنی بیعت کے لئے حکمنامے اور خطوط جاری کردی۔

اسے معلوم تھا کہ اہل مدینہ میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے۔اس لئے باپ کی وفات کے بعد فورا، مدینہ کو پہلے اپنی بیعت کے لئے حکم نامہ ''مروان بن الحکم'' کو دے کر اپنے دوسرے چچا ''ولید بن عتبہ بن ابوسفیان'' کے پاس بھیجا۔حکمنامے میں لکھا تھا کہ:

> میرے نام پر کل اہل مدینہ سے اور خاص طور سے حسین بن علیؓ، حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ تینوں سے بیعت لینا ہے''۔تاریخ طبری کے بقول اس حکم نامے میں یہ بھی لکھا تھا کہ ''حسینؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ ابن زبیرؓ سے بیعت لینے میں تشدد کرو۔جب تک بیعت نہ لیں ذرا بھی مہلت نہ دو''۔

مدینہ کے گورنر ''ولید'' کا حال: مروان بن الحکم جب یزید کے حکم نامہ کو لے کر مدینہ کے گورنر ''ولید بن عتبہ'' کے پاس پہنچا تو ان کو ابھی تک امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر ہی نہ ملی تھی۔مروان کے ذریعے امیر معاویہؓ کی وفات کو سن کر اور ان کی جگہ ان کے بیٹے یزید کی تخت نشینی کے حکم نامے کو دیکھ کر بہت گھبرایا۔کیوں اس حکمنامے پر عمل کرتے ہوئے اہل مدینہ سے بیعت لینا کوئی آسان نہ تھا۔

حاکم کی روایت سے ''النابیہ'' کتاب میں لکھا ہے کہ ''مروان'' بن الحکم وہی شخص ہے جو پیدا ہونے کے بعد تحنیک کے لئے جب حضورﷺ کے پاس لایا گیا تھا تو حضورﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''هو الوَزَغُ ابنُ الوزغ'' کہ یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے''۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے بھی بخاری، نسائی شریف اور ابن ابی حاتم کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی۔جبکہ مروان صلب پدر ہی میں تھا۔یقیناً اس لعنت سے مروان بھی الولد سر لابیہ حدیث کے تحت کچھ حصہ ضرور ہی پایا تھا۔

چنانچہ جس طرح گرگٹ رنگ بدلتے رہتا ہے۔اس میں مکمل نافقت ہوتی ہے۔جب حضورﷺ نے باپ بیٹے دونوں کو گرگٹ بتلادی تو ان دونوں کی منافقت میں کوئی شبہ نہ رہ گیا۔اسی وجہ سے ان دونوں نے اپنے حکمرانی کے دور میں بہت ظلم و زیادتی کی ہیں۔

مروان کا ولید کو مشورہ: تاریخ گواہ ہے کہ جب مدینہ کے گورنر اسی ''مروان'' کو اپنی بیعت کے لئے حکمنامہ دے کر جب مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کے پاس بھیجا اور انہوں نے جب یہ حکم نامہ کو دیکھا تو اہل مدینہ سے بیعت لینے یں دشواری کے سبب مروان سے اس نے مشورہ کیا۔مروان نے اس وقت ولید بن عقبہ کو مشورہ دیا کہ ''امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ تینوں کو بلا کر بیعت کے لئے کہو۔اگر مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ فوراً قتل کرو''۔

حضرت حسینؓ سے ولید کی ملاقات :مروان نے ان تینوں حضرات کو حکمنامے کے مطابق عبداللہ بن عمر بن عثمان نو جوان کے ذریعے بلایا۔حضرت امام حسینؓ مع اپنے رفقاء اور کئی افراد کے ولید سے جا کر ملاقات کی۔ولید سے ملنے اندر جاتے وقت اپنی فوج کو ہدایت دی کہ جب میری آواز اندر سے تیز ہو جائے تو فوراً اندر آجانا''۔

امام کی عبید سے گفتگو :اس کے بعد حضرت امام حسینؓ ولید سے ملنے اندر گئے۔ولید نے مروان کا یزید کی طرف سے لایا ہوا حکم نامہ پیش کر کے دیکھایا اور یزید کے نام پر بیعت کیلئے حکم دیا۔امام حسینؓ نے کہا کہ خفیہ بیعت نہیں باہر نکل کر سب لوگوں سے علی الاعلان بیعت کرو۔اسی وقت مجھ سے بھی بیعت کیلئے کہو!

مروان کا ولید کو مشورہ :ولید امن پسند تھا!اس نے امام حسینؓ سے کہا کہ آپ تشریف لے جایئے! جب آپ چلنے لگے تو مروان نے ولید سے برہم ہو کر کہا کہ'' اگر ان تینوں سے آپ نے بیعت نہیں لی یا ان کے انکار کی صورں اسی وقت قتل نہیں کیا تو ان پر دوبارہ آپ قابو نہیں پاسکیں گے''۔

امام حسینؓ کی برھمی :گرگٹ صفت انسان مروان بن الحکم کے مشورہ پر حضرت امام حسینؓ بہت زیادہ برہم ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا! یا بن الزرقاء! کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ مجھے قتل کریں گے؟ خدا کی قسم تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔اس کے بعد آپ باہر آ کر تشریف لے گئے''۔

مروان کا ولید کو غصہ کرنا :مروان بن الحکم نے امام حسینؓ کے تشریف لیجانے کے بعد ولید پر غصہ کرتے ہوئے کہا کہ'' آپ نے میری بات نہیں مانی۔خدا کی قسم! آپ اب ان پر قابو نہیں پاسکیں گے۔ولید نے جواب دیا کہ افسوس تم مجھے نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول کو صرف یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اس وجہ سے قتل کرنے کے مشورہ دے کر ان کے خون سے ہاتھوں کو رنگنے کو کہتے ہو؟ حدا کی قسم ساری دنیا کا متاع مجھے مل جائے۔پھر بھی میں عمل نہیں کرسکتا ہوں''۔

امام حسینؓ کی مکہ کو روانگی:اس کے بعد پھر ولید نے شام کے وقت ایک بار پر یزید کے ہاتھ پر بیعت کے لئے گذارش کرنے کے لئے آدمی بھیجا۔امام حسینؓ نے کہلا بھیجا کہ اس وقت تو رہنے دیجئے۔صبح ہونے دیجئے پھر دیکھیں گے۔ولید نے بات مان لی۔صبح کے وقت کا انتظار کیا۔مگر امام حسینؓ صبح ہو نے سے پہلے ہی بروایت تاریخ بن خلدون رج ۲/ص:۵۰۹/اپنے سگے بھائی ''محمد بن الحنفیہ'' کے مشورہ سے کل اہل وعیال اور عزیز و اقارب کے ساتھ مدینہ منورہ سے آستانہ نبوی ﷺ میں درود وسلام پیش کر کے ہمیشہ کے لئے مدینہ

چھوڑ کر چلے جانے کے لئے اجازت طلب کی اور پھر مدینہ منورہ سے ۶۰ ر ہجری کی ۲۸ رویں تاریخ کو اتوار کی شب میں مکہ معظّمہ جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔

مکہ پہنچ کر آپ نے کوئی تقابلی عمل نہیں کی : مکہ پہنچنے کے بعد آپؓ نے یزید کے خلاف اپنے ہاتھ پر نہ کسی سے بیعت لی نا ہی آپؓ نے کوئی لشکری تیاری کی۔ بس رہنے لگے۔ اہل مکہ جوق در جوق آپ کے پاس زیارت کے لئے آتے رہے۔

یزید یوں کا منصوبہ: اُدھر یزید بن امیر معاویہؓ نے اپنے گروہ کا مکمل خلیفہ بن چکا تھا۔ اس وقت تاریخ بن خلدون رج ۲رص: ۵۰۸ر مدینہ کے گورنر ''ولید بن عتبہ بن ابوسفیان، مکہ کے گورنر ''عمرو بن سعید بن العاصؓ، بصرہ فارس کے گورنر عبید اللہ ابن زیان بن سفیان یزید کے چچیرے بھائی، کوفہ کے گورنر ''نعمان بن بشیرؓ'' تھے۔

وہ منصوبہ بنا رہا تھا کہ جن لوگوں نے ولی عہدی کے وقت امیر معاویہ کے سامنے بیت سے انکار کیا، خصوصا مدینہ و مکہ اور ان تمام علاقوں کے اہل اسلام بھی میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں جو ذہنی طور پر حسین بن علیؓ کے پشت پناہ اور تابعدار ہیں۔

منصوبہ کے تحت یزید نے جب مدینہ کے گورنر کے پاس اپنے ایلچی مروان بن الحکم گرگٹ صفت انسان کو اپنے نام پر بیعت کے لئے حکمنامہ دے کر بھیجا۔

جب مروان مدینہ کے گورنر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ حضرت حسینؓ (المتولد ۵ رشعبان ۴ ہجری مدینہ طیبہ، کنیت ''ابوعبد اللہ۔ لقب: سبط رسول، وریحانۃ الرسول'' نام دیگر شبیر وشبر) کے ماننے والے حق پرست، اہل اسلام صحابۂ کرامؓ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بجائے حضرت امام حسینؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلامی سلطنت کے سچا حاکم تسلیم کر لی ہیں۔ اس کے باوجود مروان کے اصرار پر ولید بن عقبہ نے امام سے بیعت کے لئے صبح اور شام دونوں وقتوں میں گذارش کی۔ مگر شام کی دعوت پر امام حسینؓ نے صبح پر اہل مجمع میں بیعت کے لئے بات ٹال کر مدینہ منورہ سے مکہ کو ہجرت کر گئے۔ جہاں لوگوں نے کافی استقبال کرتے زیارت کے لئے جوق در جوق آتے رہے۔

حسینی گروہ کا فیصلہ : حضرت امام حسینؓ نے جب دیکھا کہ اہل مدینہ اور مکہ تو خلیفہ اسلام تسلیم کر ہی چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ابھی کوفہ اور عراق کے لوگ بھی یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کئے تھے۔ زبانی طور پر ان لوگوں کی طرف سے بھی خبریں مل رہی تھیں کہ ''تمام اہل کوفہ بھی حضرت امام حسینؓ کے ہی ہاتھ پر بیعت کر کے انہی کو حاکم وخلیفۂ اسلام تسلیم کریں گے۔ بلکہ کوفی لوگ شروع سے ہی علی اور کوفیوں کے حامی تھے۔ ویسے بھی اہل کوفہ امام حسینؓ کے باپ علیؓ کے

زمانے ہی سے محبین اور عقیدتمندوں میں سے تھے۔ بلکہ ۱۴ر ہجری سے ۱۶ر ہجری کے درمیان فتح قادسیہ کے بعد مسلمانوں کی فوج عراق میں سکونت اختیار کی اور مدائن کی آب و ہوا، ان کے موافق نہ ہوئی۔ اس وجہ سے صحابی رسول حضرت سعد بنوقاصؓ کے حکم سے یہ جگہ تلاش کی گئی۔ یہاں مسلمانوں کیلئے مکانات تعمیر کی گئیں۔ پھر آپؓ ۱۷ر ہجری میں اپنی فوج کے ساتھ مدائن سے منتقل ہوکر یہاں منتقل ہوئے اور اس کا نام کوفہ رکھا۔ اس طرح شہر کوفہ وجد میں آیا۔ حضرت علیؓ نے سلطنت کی کنٹرولنگ کیلئے اسی کو راجدھانی بنالی تھی۔ حضرت علیؓ کے زمانے ہی سے کوفہ شیعان علی اور محبین علیؓ کا مرکز تھا۔ بلکہ امیر معاویہؓ ہی کے عہد میں کوفیوں نے امام حسینؓ کو تشریف آوری کے لئے خطوط بھیج چکے تھے۔ مگر آپؓ نے صاف انکار کردیا تھا۔

اب جبکہ امیر معاویہؓ کی وفات ہوگئی تو سلطنت اسلامیہ کے خلیفہ کے عنوان پر تنازع پیدا ہوا۔ امیر معاویہؓ کے کارکنان وہم خیال ملک شام اور دمشق کے لوگوں نے یہودی سازش کے تحت امیر معاویہؓ کے اپنے بیٹے کے نام خلافت کے لئے ولی عہد بنادینے کے سبب یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا۔

امام حسینؓ کا فیصلہ اور اس کی وجہ: دوسری طرف اہل مدینہ، اہل مکہ، کل اہل عراق اور اہل کوفہ اور دیگر صوبوں سے بھی اکثریت ووٹنگ خلافت کے لئے امام حسینؓ کے حق میں آرہا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے ہی سے حضرت امام حسینؓ کو امام و خلیفہ تسلیم کرنے والے عراقی تو جان کی بازی لگا کر حضرت امام حسینؓ کو کوفہ سے خط لکھنا شروع کیا۔ پورے ڈیڑھ سو خطوط ان کوفیوں نے حضرت امام حسینؓ کے پاس خلیفۂ اسلام تسلیم کرنے کے لئے کوفہ آنے کے لئے لکھے کہ:

''ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ آپ تشریف لائیں۔ ہم سب آپ کے ہاتھ بیعت بیعت خلافت کرلیں گے''۔

دوسری طرف حضرت امام حسینؓ سلطنت اسلامیہ کے حالات پر نظر کرنے سے بھانپ رہے تھے کہ حجاز کے اکابرین صحابہ اور ارباب حل و عقد یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کئے ہیں۔ جبکہ امت کے ارباب حل و عقد یزید کو حاکم اسلام متحدہ طور پر یا اکثریت طور پر تسلیم نہ کرلیں۔ اس وقت تک یزید باضابطہ اور پختہ طور پر خلیفہ اسلام نہیں بن سکتا تھا۔ کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ اہل اسلام کی اکثریت حضرت امام حسینؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مصر تھے۔ عوامی خیالات و جذبات کی قدر کے مطابق ہی سردار اعلی اور خلیفۂ وقت پرسکون حکمرانی کرسکتا ہے۔ ورنہ انتشار اور فتنہ و فساد ہی ہوتا ہے''۔

حضرت امام حسینؓ یہی سب حالات بھانپ رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یزید بن امیر

معاویہؓ کے ہاتھ پر صرف اہل شام کے لوگ بیعت کر رہے ہیں۔ باقی تمام اہل اسلام پوری اکثریت کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مصر ہیں۔ عوامی جذبات کا خیال اگر نہ رکھا جائے اور اقلیت کی معیت میں زبردستی حکمرانی کرنے کے لئے بیعت لینا اور زبرستی اپنے آپ کو عوام سے حاکم منوانا شرعاً بھی ناجائز تھا اور عقلا اور ووٹنگ کے قاعدے سے بھی حرام تھا۔ اس صورت میں اختلاف شدید اور فتنۂ کثیر کا یقین تھا۔

نیز یزید کی اس طرح زبردستی بیعت لینے سے ایرانی قدیم حکمرانی والی حکمرانی ''بیٹا کے بعد پوتا، پوتا کے بعد پڑپوتا نسلا بعد نسل کی شخصی حکمرانی کا قیام ہو رہا تھا۔ جبکہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ اسی شخصی حکمرانی اور من مانی قوانین سے آزاد کرا کر خلافت والا الٰہی حکمرانی نظام قائم کرنے کے لئے محنت اور تبلیغی کام انجام دیا تھا۔

حقدار کو حق کیلئے سامنے آنا فرض ہے: علاوہ ازیں یہ بھی ایک قاعدہ مسلم ہے کہ حقدار کو حق کیلئے سامنے آنا رض ہے۔ ایسے وقت میں صبر کرنے سے اصلیت کا خون ہو کر جہالت کی اشاعت ہو جاتی ہے۔

پیچھے بات لکھ چکا ہوں کہ امام کا حق امامت کرنی ہے۔ وکیل کا حق وکالت کرنی ہے۔ جج اور قاضی کا حق فیصلے کرنے ہیں۔ حافظ کا حق تراویح سنانا ہے۔ کوئی جاہل حافظ کے رہتے ہوئے بلا عذر شرعی سورہ تراویح نہیں پڑھا سکتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ تمام حق دار اپنے اپنے حق کے لئے اپنی اپنی موجودگی میں جبکہ مقتدی بھی چاہت کر رہا ہو۔ امام کرنا اور رہبری کرتے ہوئے سامنے آنا فرض ہے۔

سلیمان بن صرف کا شیعیان علی کوفی کو خط لکھنے کیلئے مشورہ: تاریخ طبری میں ہے کہ ''سلیمان بن صُرد'' کے مکان میں وہاں کے شیعہ جمع ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کا ذکر کر کے سب خدا نے شکر کیا۔ پھر سلیمان بن صرد نے سبھوں سے کہا کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے بھی یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر کے مدینہ سے مکہ کو چلے گئے ہیں۔ آپ لوگ اور ان کے باپ علیؓ کے شیعہ اور محبین گروہ ہیں۔ اگر انکی مدد کر سکتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے جنگ کرنے کی قوت رکھتے ہیں تو ان کو تشریف لانے کے لئے خط لکھیں۔ اگر کمزوری یا بزدلی اندیشہ ہے تو ان کی جان کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ تب تمام کوفیوں نے بیک زبان کہا تھا کہ:

''ہم ان کو دھوکا بالکل نہ دیں گے۔ بلکہ ان کے دشمنوں سے لڑ کر اپنی جان قربان کر دیں گے''۔

کوفیوں کی طرف سے امام حسینؓ کو بیعت کیلئے خطوط :کوفیوں نے امیر معاویہؓ کے زمانے کے بعد یزید کی اپنے گروہ میں تخت نشینی کے بعد پہلا خط ''عبداللہ بن سُبیع ہمدانی'' اور ''عبداللہ بن دال'' کے بدست حضرت امام حسینؓ کو کوفہ آنے کے لئے لکھ کر بھیجا۔ ۱۰ر رمضان ۶۰ ہجری کو یہ خط امام عالی مقام کی خدمت میں مکہ پہنچا تھا۔ اس خط کے بعد پے در پے دو ہی دنوں میں ۵۳ر خطوط ایک دو آدمیوں کے دستخط سے صرف تین آدمیوں کی معرفت بھیجے گئے۔ علاوہ ازیں کچھ اور مخصوص لوگوں نے بھی اپنی طرف سے خطوط بھیجے۔

کوفیوں کے ان خطوط کی وجہ سے کوفیوں پر جب مکمل بھروسہ حضرت امام حسینؓ کو ہو گیا، تو ایک امام کو مقتدیوں کی چاہت کے وقت میں راہنمائی نہ کرنی حرام تھا۔ اس لئے امت کی صحیح راہنمائی کے لئے عالم اسلام کی اکثریت کی ذہنی اور خود سے رائے سامنے اپنے حق میں پالیا، اور ان کی چاہت کے سمجھ جانے کے بعد امت کی نگرانی اور اصل الٰہی خلافت کو باقی رکھنے کے لئے حقدار کو سامنے آنا نماز، روزے کی طرح فرض ہونے کے سبب حضرت امام حسینؓ یزید کے بالمقابل سامنے آئے۔

امام حسینؓ کے پاس ڈیڑھ سو خطوط میں سے آخری خط ''ہانی بن ہانی سُبیعی'' اور سعید بن عبداللہ حنفی'' کے بدست پہنچا۔

کوفیوں کی طرف امام حسینؓ کے ایلچی مسلم بن عقیل کی روانگی :تاریخ طبری کے بیان کے مطابق حضرت امام حسینؓ اس وقت مقام ''ابطح'' میں فروکش تھے۔ جب خطوط پر خطوط آئے تو مزید تحقیق اور حقیقت کو کنفرم کرنے کے لئے اپنا ایک ایلچی اپنے چچیرے بھائی ''حضرت مسلم بن عقیل'' کو تاریخ طبری کی تفصیل کے مطابق ''قیس بن مسہر صیدادی، عمارہ بن عبید سلولی، عبدالرحمٰن بن عبد اللہ ارجی'' کے ساتھ مزید معلومات اور یقین کیلئے کوفیوں کے نام خط دے کر بھیجے۔

حضرت مسلم بن عقیل ان اصحاب کو اور اپنے دو کم سن بیٹے ''محمد'' اور ''ابراہیم'' کو ساتھ لے کر کوفہ چلد یئے۔ مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ میں جا کر نماز پڑھی۔ اپنے لوگوں سے مل کر اور ساتھ میں دو راہبروں کو لے کر رخصت ہوئے۔ راہبر لوگ راستہ بھول گئے۔ شدت کی پیاس طاری ہونے کے سبب مر گئے۔ اس کے بعد راستے ہ سے ایک شخص کو خط دے کر حضرت امام حسینؓ کے پاس بھیج کر خبر کیا کہ ہم لوگ راستہ بھٹک گئے ہیں۔ راہبر بھی شدت پیاس سے مر چکے ہیں۔ چلتے

چلتے ایک مقام ''ہضیق (تگنائے) پانی تک پہنچ تو گئے۔مگر سفر کے واقعات سے مجھے وسوسہ ہو رہا ہے۔مجھے اس کام سے معاف کیا جائے تو بہتر ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے جواب بھیجا کہ:

مجھے اندیشہ ہے کہ تجھے خوف ہوگیا ہے۔اس لئے کام سے معافی چاہتے ہو۔لیکن سنو! جدھر جانے کے لئے میں نے کہا ہے۔تم ادھر ہی جاؤ!

چنانچہ مسلم بن عقیل پھر سفر کو جاری رکھا۔یہاں تک کوفہ شہر کے ''بنی طی'' کے پانی پر جا اترے۔تھوڑی دیر بعد جب وہاں سے چلنے لگے تو ایک شکار کھیلتے شخص کو دیکھا کہ وہ ہرنک و تیر مار کر شکار کر لی۔اس سے انہوں نے شگون لیا کہ انشاء اللہ دشمن ہمارا مارا جائے گا۔اس کے بعد یہاں سے چل کر مسلم بن عقیل ''مختار بن عبید'' کے مکان پہ پہنچے۔اس گھر کو ابن مسیّب کے گھر سے لوگ جانتے تھے۔تاریخ طبری کے بقول ''ابن عویجہ'' کے گھر قیام کیا۔

کوفیوں کی مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؓ کے لئے بیعت :شیعان علیؓ جوق در جوق ان کے گھر آنے لگے۔حضرت مسلم بن عقیلؓ ے امام حسینؓ کا خط پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔خط سنتے ہی سب کے سب رونے لگے۔عابس بن ابی شبیب شاکری نے پورے یقین سے امام مسلم بن عقیلؓ کو ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔دیکھتے ہی دیکھتے لوگ آ آ کر مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؓ کے نام پر کثیر تعداد میں بیعت کرنے لگے۔ایک ہفتہ میں بارہ سے اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت امام حسینؓ کے نام پر بیعت کر لی۔جب کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو امام مسلمؓ کے کوفہ پہنچ جانے اور کوفیوں کے ان کے ہاتھ پر امام حسینؓ کے لئے بیعت کرنے کی خبر ملی تو نعمان بن بشیر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے گھر سے نکل کر منبر پر جا کر لوگوں سے تسلی بخش بات کہی اور نڈر ہو کر بیعت کے لئے سپورٹ والی تقریر کرتے ہوئے لوگوں کو تنبیہ کی کہ ''اے لوگو! یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے۔وہ اس پر بہت بھڑ کے گا اور فتنہ و فساد کرے گا۔اس لئے ہوشیاری سے بیعت کا کام کرنا!

خیر خواہان بنی امیہ کا یزید کو اور مسلم کا حسینؓ کو خط :مجمع میں بنی امیہ کے خیر خواہ ایک شخص ''عبداللہ بن مسلم حضرمی'' نے نعمان بن بشیر کی تقریر کے خلاف بول کر مجمع سے باہر آ کر یزید کو نعمان اور کوفیوں کے مسلم بن عقیل ایلچی کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی خلافت کی بیعت کی پوری روداد مرچ مصالحہ لگا کر لکھ بھیجی کہ ''تم کو اگر کوفہ کی خواہش ہے تو کسی مضبوط شخص کو کوفہ بھیجو جو یہاں

تمہارے حکم کو جاری کرے۔اس کے بعد ایک اور خط ''عمارہ بن عقبہ'' نے، اس کے بعد ''عمر بن سعید'' نامی دو شخصوں نے اسی مضمون کا خط یکے بعد دیگرے بھیجا۔اس طرح یزید کے پاس لگا تار دو تین خطوط مسلم بن عقیل کے کوفہ پہنچ کر حسینؓ کے نام پر بیعت لئے جانے اور کوفہ پر یزیدی کنٹرولنگ کے لئے پہنچے۔

اُدھر مسلم ابن عقیلؒ نے بھی دس بارہ ہزار کوفیوں کے بیعت دیدینے کی خوشخبری والے خط لکھ کر کوفہ آنے کے لئے مشورہ دے دیا۔اس وجہ سے دمشق سے یزید نے کوفہ پر کنٹرولنگ کے لئے مشورہ شروع کر دی۔اسی طرح امام حسینؓ نے بھی مسلم بن عقیلؒ کی طرف سے بارہ ہزار کوفیوں کے بیعت کر لینے اور اس وجہ سے کوفہ آ جانے کی خبر سن کر کوفہ آنے کے لئے حرکت میں آ کر کوفہ کو نکل گئے۔

یزید کا ''ابن زیاد'' کو کوفے کا گورنر بنا کر اہل کوفہ پر زبردستی

یزید کا ''ابن زیاد'' کو کوفے کا گورنر بنا کر اہل کوفہ پر زبردستی: کوفیوں کے بظاہر حالات اور امام حسینؓ کے حق میں بیعت کے لئے کوفیوں کے جذبات واتحاد کو دیکھ کر یزید کی طرف سے کوفہ کے مقررہ گورنر ''نعمان بن بشیرؓ'' بھی دم کو خم کر لی اور یزید کے حق میں بیعت کرنے کے لئے نرم ہونے کی خبر یزید کو جب ملی کہ ''تمہاری یہاں گنجائش نہیں ہے۔تمام اہل کوفہ حضرت امام کے ہاتھ پر ان کے ایلچی مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔اگر تجھے کوفہ کی ضرورت ہے تو یہاں کسی مضبوط شخص کو بھیج کر جلد از جلد کنٹرول کرو''۔تب یزید نے بھی کوفہ میں اپنے حکم کو جاری رکھنے کے لئے ارباب حل وعقد سے مشورہ شروع کر دی۔اسی درمیان یزید کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام حسینؓ بھی کوفہ کیلئے نکل چکے ہیں۔

تاریخ طبری کے بقول ''سرجون'' نامی ایک غلام آزاد، اپنے مشیر کار کو یزید نے بلا کر مشورہ کیا۔سرجون نے کہا کہ اگر معاویہؓ ہوتے تو کیا وہ میری بات قبول کر لیتے؟ یزید نے کہا: ہاں! بالکل! پھر کہا کہ اگر معاویہؓ اس وقت زندہ ہو جائیں اور حکم کریں تو کیا ان کی بات مانو گے؟ یزید نے کہا ہاں! بالکل! کیوں نہیں! تب ''سرجون'' نے معاویہؓ کی لکھی وصیت نکال کر دیکھاتے ہوئے کہا کہ:

''آپ کے والد معاویہؓ کی یہ وصیت ہے کہ ''عبیداللہ کو حاکم کوفہ کرنا''۔

اس روشنی میں میری بات مانئے کہ:

''تمہارے والد معاویہؓ کی یہ وصیت ایک رائے کی شکل میں ہے۔وہ مرتے

وقت اس نوشتہ پر عمل کر کا حکم دے گئے ہیں۔اس لئے کوفہ کی گورنری اور وہاں
کے حالات کی کنٹرولنگ کیلئے ''عبیداللہ بن زیاد'' حاکم بصرہ سے بہتر کوئی آدمی
نہیں ہے۔اسی کو کوفہ کی حکومت دے کر گورنر بنا دو۔سب ٹھیک ہو جائیں گے''۔

اس وقت تک حاکم بصرہ عبید اللہ ابن زیاد سے ناراض تھا اور اسے حکمرانی چھیننے والے تھے۔عبیداللہ کے باپ ''زیاد'' ابوسفیان کے بیٹے فارس کے علاقے بصرہ پر علیؓ کے عہد سے ہی حاکم مامور تھے، یہ امیر معاویہ کے سگے بھائی تھے۔عبداللہ امیر معاویہؓ کے سگے بھتیجہ تھا۔سفیان کا پڑپوتا تھا۔یہی عبداللہ امام حسینؓ کے زمانہ میں بھی بصرہ کے حاکم تھے۔مگر یزید بن امیر معاویہؓ اپنے بھتیجے ''عبیداللہ'' سے حاکم بصرہ اس وقت ناراض چل رہے تھے۔مگر ''سرجون'' کے مشورہ کے بعد ''یزید'' نے حاکم بصرہ اپنے سگے چچا ''عبیداللہ ابن زیاد'' کو ''مسلم باہلی'' نامی شخص کے معرفت خط بھیجا کہ:

کوفی شیعی خیرخواہوں کے بقول امام حسین کے ایلچی مسلم بن عقیل کوفہ میں
آ کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔اس لئے
میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ روانہ ہو جاؤ۔تمہیں اب بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا
بھی گورنر بناتا ہوں۔وہاں جاؤ اور حالات کو کنٹرول کرو۔ابن عقیل کو اس طرح
ڈھونڈو جیسے کوئی نگینہ ڈھونڈتا ہے۔انہیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا یا شہر سے
نکال دینا۔اسی طرح حسین بن علیؓ بھی کوفہ کے لئے نکل چکے ہیں۔انہیں بھی کو
روک کر ان سے بھی اور دیگر تمام کوفیوں سے بھی میرے ہاتھ پر بیعت لو!

اس طرح کوفہ کے گورنر ''نعمان بن بشیر'' کو گورنری کے عہدہ سے ہٹا کر اپنے ہم خیال اور سخت مزاج، سگے بھتیجے ''عبیداللہ'' ابن زیاد بن ابوسفیان'' کو، کوفے کا گورنر بنا کر بھیج دی۔''عبیداللہ'' ابن زیاد یزید کا پیغام ملتے ہیں بصرہ میں اپنا جانشیں اپنے بھائی ''عثمان بن زیاد بن ابوسفیان'' کو بنا کر مسلم ابن عمر باہلی، شریک ابن اعور حارثی اور تمام خدام و اہل وعیال کے ساتھ بصرہ سے کوفے چلدیا۔قادسیہ مقام میں پہنچ کر اپنے سپاہیوں کو یہیں چھوڑ کر صرف ۲۰ر آدمیوں کو ساتھ لے کر اپنی صورت وشکل بدل کر فریبانہ انداز میں اہل حجاز کے موافق لباس ''حجازی لباس'' پہن کر مغرب و عشاء کے درمیان حجاز کے راہ سے کوفہ میں داخل ہوا۔تاکہ لوگ سمجھے کہ حسین بن علی ہی آ رہے ہیں اور اس طرح کوفے کے لوگوں کا خیال بھی معلوم ہو جائے اور بآسانی راج بطون تک رسائی ہو جائے، اور نعمان بن بشیرؓ بھی مجبور ہو کر اطاعت کرنے لگے اور عام حامیان حسینؓ پر یکلخت حاوی ہو سکیں۔

’’ابـــــن زیاد‘‘ کا اہل کوفہ پر سختی وزبردستی

اور اس وجہ سے کوفـــــیوں کی دھوکہ دھڑی: ابن زیاد’’عبید اللہ‘‘ کوفہ کا جب نیا گورنر بن کر گیا تو اس نے یزید کے حکم ومزاج کے مطابق اہل کوفہ پر اتنے ظلم و زیادتی کے پہاڑ توڑے اور سختی کی کہ تمام اہل کوفہ ’’یزید‘‘ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت امام حسینؓ کے نام پر مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کی ہوئی بیعت کو توڑ دی۔

تاریخ طبری رج ۴رص: ۱۴۹ر کے مطابق صورت اس کی یوں ہوئی کہ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ کر ’’نعمان بن بشیرؓ‘‘ سمیت کوفیوں سے حسینؓ کے نام پر بیعت لے رہے تھے۔ تب نعمان بن بشیر کے منبر پر خطبہ سن کر بنی امیہ خیرخواہان نے کوفہ کی کنٹرولنگ کیلئے یزید کو خط لکھنے کے سبب، یزید نے نعمان بن بشیر کو ہٹا کر عبید اللہ کو جب گورنر بنا دیا تب ’’عبید اللہ ابن زیاد‘‘ نے مسلم بن عقیل کو گرفتار کرنے کیلئے سازش کرتے ہوئے، رؤسائے کوفہ کو اپنے قصر (راج بھون) میں جمع کیا۔

ادھر ’’مسلم بن عقیل‘‘، سمجھ رہے تھے کہ ’’نعمان بشیرؓ‘‘ یہاں کے گورنر ہیں۔ وہ وہیں قصر میں ہی ہوں گے۔ چنانچہ جیسے ہی مسلم قصر کے دروازے پر پہنچے، ویسے ہی قصر میں جمع شدہ تمام رؤسائے شہر قصر کی چھت پر چڑھ کر اپنے اپنے برادری والوں کے سامنے آ کر سمجھا سمجھا کر بھیجنے لگے۔ دس بارہ ہزار بیعت کر لینے والے کوفیوں میں سے، اب صرف پانچ سو لوگ رہ گئے۔ شب کی تاریکی ہوتے ہوتے، وہ سب بھی دھوکہ دے کر غائب ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

ادھر مسلم بن عقیل نے نعمان بن بشیر سمیت تمام کوفیوں کے نظریے اچھے دیکھے تو انہوں نے بھی امام حسینؓ کے پاس خط بھیج کر اعتماد دے دی کہ آپ تشریف لے آئیں۔ یہاں آپؓ کے نام پر میرے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہیں۔ حالات پر سکون اور اچھے ہیں‘‘۔

حضـرت امـام حسینؓ کی کوفہ روانگی: حضرت امام حسینؓ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کے دوسرے خوش خبری والے خط ملنے کے سبب کوفیوں پر کوئی شک نہیں تھا۔ بلکہ یقین ہو گیا کہ اہل اسلام کی اکثریت کی ووٹنگ ہمارے حق میں ہے۔ اب دین اسلام کی محمدی، ابوبکری، عمری، عثمانی، علوی‘‘ اور پہلی اموی نہج خلافت کو تسلسل کے ساتھ باقی رکھنا فرض میرے ذمہ فرض عین ہے۔ نیز جس طرح حضرت امام حسنؓ نے اپنے حال کے مناسب خلافت اسلامیہ کو امیر معاویہؓ کو حکومت سونپ کر خلافت اسلامیہ کو متحد کر کے باقی رکھا۔ اسی طرح موجودہ حالات میں حضرت امام حسینؓ کا یزیدی زبردستی کو روک کر عوامی جذبات وعقیدے کا خیال کرتے ہوئے، کوفیوں کے خطوط اور اپنے ایلچی وچچیرے بھائی کی اہل کوفہ کے اچھے حالات کی خبر دینے

کے سبب کوفہ کے لوگوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لینے کے لئے فقہی نکتۂ نظر سے جائز طور پر، یزید کے بالمقابل آئے بغیر، بلا بغاوت کئے، ایک روایت کے مطابق ایام حج میں ۳؍ذی الحجہ ۶۰؍ہجری کو نکلے۔

تاریخ طبری ج ۴؍ص:۳۰۷،۱۷،۱۴۷ کے مطابق مدینہ منورہ سے مکہ کو ۲۸؍ذی الحجہ ۶۰؍ہجری کو اتوار کے دن نکلے اور مکہ سے عین حج شروع ہونے کے دن ۸؍ویں ذی الحجہ یوم الترویحہ منگل کے دن ''مکہ'' سے عراق کے کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اسی دن کوفہ میں مسلم اور مختار نے یزیدی فوج پر حملے کے لئے مکان سے باہر نکل کر عمرو بن حارث کے گھر پہ علم گڑا تھا۔ جس کے مقابلے میں ''اشعث، قعقاع، اور عبداللہ بن حارث'' سامنے آئے۔

سفر کے ساتھی : کوفہ روانہ ہوتے وقت آپ کے ساتھ آپ کے تین صاحبزادے ''حضرت علی اوسط عرف زین العابدین ازبطن شہر بانو عمر ۲۲؍ بحالت مرض، حضرت حسینؓ کے دوسرے صاحبزادے ''علی اکبرؓ''، ازشکم یعلی بنت ابی مرہ، عمر ۱۸؍تیسرے صاحبزادے ''حضرت علی اصغرؓ ازشکم رباب بنت امری القیس قبیلہ بنی قضاعہ، آپ ہی شیر خوار تھے۔ حضرت حسینؓ کی ایک بہن ''سکینہ'' بعمر ۷؍منکوحہ حضرت مصعب بن زبیرؓ، حضرت حسینؓ کی دو بیویاں ایک شہر بانو، دوسری علی اصغر کی والدہ حضرت ربابؓ بنت امری القیس'' تھے۔

ان کے علاوہ امام حسنؓ کے چار نو جوان فرزند ''حضرت قاسم، حضرت عبد اللہ، حضرت عمر، حضرت ابو بکرؓ'' تھے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پانچ فرزند ''حضرت عباس ابن علی، حضرت عثمان ابن علی، حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی اور حضرت جعفر ابن علیؓ'' تھے۔

اسی طرح حضرت عقیل بن مسلم کے فرزنوں میں سے حضرت امام مسلم، کوفہ پہنچ کر پہلے ہی شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ انکے دو فرزند بھی شہید ہو گئے اور ان کے علاوہ ان کے اور تین فرزند حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ'' تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے دو پوتے ''حضرت محمد اور حضرت عونؓ'' ساتھ تھے۔ یہ حضرت امام حسینؓ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ انکی والدہ حضرت زینب ہمشیرہ امام حسینؓ اور دیگر ازواج حسینؓ ساتھ میں تھے۔

کل اہل بیت اور دیگر جان نثاران اصحاب حسینؓ کی کل تعداد ۹۱؍تھی۔ ان میں ۱۹؍اہل بیت سے خاص تھے باقی ۷۲؍جان نثاران حسینؓ تھے۔

کوفہ روانگی سے ہمدردوں کے

روکنے سے بھی نہیں رکے : جب آپؓ کوفہ روانہ ہو رہے تھے، تب تمام سیرت حسینی اور تاریخ اسلام کی روایات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ حضرت امام حسینؓ

عالی مقام کو، رشتے داروں اور ہمدردوں اور پرسان حال محبین حضرات خصوصا'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن، یحی بن سعید کے ماتحت لوگ اور ان کے خص فرد عمرو بن، اسی طرح سعید حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت ابو واقد لیثیؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت حسینؓ کے ایک اور بھائی محمد بن الحنفیہؓ، حضرت زبیر ؓ'' سبھوں نے ''کوفہ'' جانے سے روکا، اور اس اقدام کے خطرناک نتائج سے ان کو آگاہ کیا۔ عبدللہ بن جعفرؓ تو جب آپ نکل چکے تو خط لکھا کہ آپ واپس ہو جائیں۔

اسی طرح جب کسی کی بات نہیں مانیں تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کوفہ کے بجائے یمن چلے جانے کا مشورہ دیا۔ مگر نہیں مانے۔ جب نہیں مانے تو کہا کہ کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو نہ لے جاؤ! مگر نہیں مانے۔ چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کا مشورہ کوفہ جانے کے تعلق سے حسین بنعلیؓ کو مل چکا تھا۔ اس مشورہ سے عبداللہ بن زبیر اور خود حضرت امام حسینؓ کو بھی خیال تھا کہ ریاست مدینہ کا حکمراں زبیرؓ بنا چاہتے ہیں۔ حسین بن علیؓ کے رہتے ہوئے وہ بن نہیں سکتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے کوفہ جانے کے لئے حسینؓ کو مشورہ دے دیا تھا۔ ان کے علاوہ سبھوں نے روکا۔

علاوہ ازیں یزید کے باپ امیر معاویہ بن سفیان کی طرف سے مکہ و مدینہ کے جو حالیہ امیر اور ہم خیال یزید'' عمرو بن سعید العاص'' نے بھی یزیدی حمایت سے حضرت حسین بن علیؓ کو کوفہ جانے سے روکا۔ اسی طرح تاریخ طبری رج ۴رص: ۱۷۹ر پر عمرو بن سعیدؓ کی روایت ہے کہ یہ مکہ کا یزید کی طرف سے حاکم تھا۔ اسی عہد میں ''یحی اور عبداللہ بن جعفرؓ'' دونوں ''حسین بن علیؓ'' کے پاس پہنچ کر خط دے کر کوفہ جانے سے روکا۔

حسین بن علیؓ کو رسول مقبول ﷺ کو خواب میں حکم: حاکم مدینہ و مکہ عمرو بن سعید کے روکنے پر حضرت امام حسینؓ نے عذر کیا اور کہا کہ میں نے حواب میں (رسول اللہ ﷺ) کو دیکھا جو انہوں نے حکم دیا ہے۔ اسے میں ضرور بجالاؤں گا۔ اس میں ضرر ہو یا میرے لئے نفع ہو۔ دونوں شخصوں نے پوچھا کہ وہ کیا حواب ہے؟ تو حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ '' میں کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کروں گا''۔

بہر حال! حضرت امام حسینؓ نے کوفہ کے جانے، نہ جانے کے تعلق سے نہ اپنا موقف ظاہر کیا، نا ہی اس تعلق سے کسی کی بات مانی، اور نا ہی خواب سنایا اور کوفہ کو چلدیئے۔

تاریخ طبری کی روایت ہے کہ بعض حجاج نے حسین ابن علیؓ اور حضرت بداللہ بن زبیرؓ کو حج اسود اور خانہ کعبہ کے ''دروازہ'' کے درمیان گفتگو کرتے سنا کہ ''ابن زبیرؓ حسین بن علیؓ سے کہہ رہے تھے کہ:

''اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہئے۔ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجئے

ہم آپؓ کے معین وشریک رہنا چاہے ہیں۔آپؓ سے ہم بیعت کریں گے“۔

اس پر حسین بن علیؓ نے جواب دیا کہ:

”میں نے اپنے باپ سے یہ حدیث سنی ہے کہ”ایک مینڈھا مکہ کی حرمت کوحلال کردے گا۔میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔

اس پر ابن زبیرؓ نے کہا:

”اچھا آپ یہاں رہئے ،اور حکومت میرے حوالے کر دیجئے۔آپ کی اطاعت کی جائے گی۔کوئی بات آپ کے خلاف نہیں کی جائے گی۔

اس پر حسن بن لیؓ نے کہا کہ:

”مجھے یہ بھی منظور نہیں۔پھر دونوں آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے رہے کہ ظہر کا وقت ہو گیا(نماز ظہر اور خطبہ حج ہوا اور پھر)لوگ منی کی طرف چلے گئے۔حضرت امام حسینؓ (نے بھی) خانہ کعبہ کا طواف کیا۔صفا و مروہ کے درمیان دوڑے اور بال کتروائے (حلق کی) اور عمرہ (فارغ ہوکر)محل گئے ۔پھر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

رشتے دراوں کو چونکہ نہ جانے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا تھا۔مگر جب آپ کوفہ کو روانہ ہونے لگےتو آپ خاص خاص رشتے دار،اہل خانہ برائے حفاظت ساتھ ہو گئے۔

حضرت امام حسین کی نیت بغاوت کی نہیں تھی:یاد رہے کہ حضرت امام حسینؓ کی نیت یزید سے بغاوت کرنی نہیں تھی۔بلکہ اسلامی سلطنت پر ایک حقدار کے جانشینی کے حق کو لینے کی تھی۔اسی وجہ سے جنگ وجدال کی بھی نیت آپؓ کی نہیں تھی۔اگر بغاوت کی ہوتی تو کوفہ روانہ ہوتے وقت آپؓ نے مسلح افراد کو رکھنے کے بجائے اپنے اہل وعیال اور خواتین و خویش واقارب کو رکھا۔اگر یزید سے جنگ و بغاوت کی نیت ہوتی تو مسلح افراد اور مستقل فوج ولشکر تیار کر کے روانہ ہوتے!غیر مصلح اور صرف اہل خانہ اور خواتین کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو جانا،اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی نیت یزید سے بغاوت کی نہیں بلکہ حق بجانب اسلامی سلطنت خلافت کی گدی کے اپنے حق کے لئے اپنے نام پر کوفیوں اور اکثریت کے بلانے پر کوفہ روانہ ہوئے تھے۔نیز اس لئے بھی روانہ ہو گئے کہ کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل نے اپنے ہاتھ پر حضرت حسینؓ کی خلافت کے لئے بیعت کر لینے کی خبر دے چکے تھے۔

امام حسینؓ کا شرفائے بصرہ کے نام خط:اس لئے امام حسینؓ کوفہ کے لئے بلا خوف وخطر نکل گئے۔ساتھ ہی بصرہ کے پانچ گروہوں کے شریف لوگوں ”مالک بن

مسمع بکری، احنف بن قیس، منذر بن جار، مسعود بن عمر، قیس بن الہیثم اور عمر بن معمر'' کے نام اپنے غلام'' آزادسلیمان'' کے معرفت ایک ہی خط لکھا کہ:

''خدا نے محمدﷺ کو اپنے مخلوقات میں برگزیدہ کیا۔ نبوت و رسالت سے ان کو سرفراز کیا۔ انہوں نے اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کر دی۔ پیغام پہنچا چکے۔ تو حق تعالی نے انو اپنے پاس بلا لیا۔ اب ان کے وصی و ولی اور اصل وارث ہم لوگ ہیں۔ قوم نے اپنے تئیں ہم پر ترجیح دی ہیں۔ ہم بھیان سے (فقہی نکتۂ نظر سے راہنمائی کی فرضیت کے سبب) راضی ہیں۔ افتراق سے ہمنے کراہت کی۔ امن و عافیت کو ہم نے پسند کیا ہے۔ جن لوگوں (بنوامیہ کے یزیدیوں) نے جو اس امر میں ذمہ لی ہیں۔ ان کی بنسبت ہم (خلافت کے لئے) زیادہ حقدار و وارث ہیں۔ انہوں (ہمارے مقابلے میں طلب کئے گئے لوگوں) نے ہم پر احسان کیا۔ اصلاح کی حق کے طالب رہے۔ خدائے تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ہمارے اور ان کے گناہوں کو بخش دے۔ میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دے کر بھیجا ہے۔ میں تم کو کتاب خدا اور سنت رسول اللہﷺ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اس لئے کہ سنت رسول اللہﷺ کو مٹادی گئی ہے۔ بدعت کو رواج دے دیا گیا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو ہدایت پہ لگا دوں گا۔ والسلام!

عبید اللہ کا حسین کے قاصد کو قتل کرنا: امام حسینؓ کا قاصد'' آزاد سلیمان'' خط لے کر جیسے ہی بصرہ پہنچا۔ بصرہ کا حاکم عبید اللہ بن زیاد بن سفیان یعنی یزید کے چچا'' سلیمان'' کو گرفتار کر لی اور فوراً گردن مار کر منبر پر چڑھ کر خونخوار تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

''کسی کی دشمنی کی میں پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ میرے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا ہے۔ جو مجھ سے عداوت رکھے گا، اس کیلئے عذاب ہوں۔ جو کوئی جنگ آزمائی کرے اس کے حق میں زہر ہوں۔ جس نے تیراندازی کی بات کی۔ اس نے انصاف کی بات کی۔ اے اہل بصرہ! یزید نے مجھے اب کوفے کی بھی گورنری عطا کر دی ہے۔ اس لئے (فی الحال) عثمان بن زیاد کو تمہارا جانشیں بناتا ہوں۔ کل صبح کوفہ کو روانہ ہو جاؤں گا۔ میری غیر موجودگی میں مخالفت و بغاوت سے بچے رہنا۔ مخالفت کی صورت میں سرغنہ اور ہوا خواہوں کو ضرور قتل کر دوں

گا۔قریب کو بعید کے بدلے پکڑ وں گا۔اس لئے میری ہی اطاعت کرنا۔میں زیاد کا بیٹا ہوں۔دنیام یں سب سے زیادہ اس کے ساتھ ہی مشابہت رکھتا ہوں۔مجھے کسی ماموں یا چچا کے ساتھ مشابہت کی ضرورت نہیں ہے''۔

یہ خط بھیج کر حضرت امام حسینؓ سفر کرتے ہوئے ''قادسیہ'' (مقام حجر) میں پہنچے۔یہاں سے امام حسینؓ نے ایک خط پھر ''قیس بن مسہر صیدادی'' کے معرفت ''کوفہ'' کو بھیجا۔خط کے قاصد کو، ابن زیادی ایک شخص ''ابن نمیر'' نے گرفتار کر کے ابن زیاد عبید اللہ کے پاس بھیج۔ابن زیاد نے قاصد ہی کو زبردستی قصر کی چھت پر چڑھ کر حسین بن علیؓ کو سب وشتم کرنے کے لئے مجبور کیا۔قیس چھت پر چڑھ کر حاضرین سے کہا کہ:

''میں نے حسین بن علیؓ کو مقام ''حجر'' میں چھوڑا ہے۔میں انکا قاصد ہوں۔ان کی نصرت کیلئے تم سب جاؤ۔یہ کہ کر قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالبؓ کے لئے مغفرت کی طلب کی۔ابن زیاد نے کے حکم کے مطابق پھر انہیں قصر سے نیچے گرا کر چور چور کر دیئے گئے۔اس طرح وہ شہید ہو گئے''۔

عبید اللہ کا کوفہ جا کر اھل کوفہ کو کنٹرول کرنا: اس طرح حضرت حسین بن علی سفر کو ایک طرف جاری رکھتے ہوئے چلتے رہے۔ادھر ان کے قاصدوں کی شہادت ہوتی رہی۔''عبید اللہ ابن زیاد'' بصرہ سے حفاظتی انتظامات کر کے کوفہ کی طرف ''شبیہ امام حسین'' بن کر روانہ ہوا امام حسینؓ کے خلاف ترکیب کرتے کوفہ کو پہنچے۔کوفہ جب پہنچا تو لوگ سمجھ رہے تھے کہ امام حسینؓ ہی ہیں۔اکثروں نے امام حسین سمجھ کر مرحبا مرحبا اور خوش آمدید کہا۔اکثروں نے امام حسین سمجھ کر ابن زیاد کے خوف کے مارے اپنے اپنے دروازے بند کر لئے۔کوفہ کا سابق گورنر ''نعمان بن بشیرؓ'' کے گھر تک ابن زیاد پہنچ گیا۔نعمان نے ''راج بھون'' کا دروازہ جیسے ہی کھولا۔ویسے ہی فوراً قصر میں داخل ہو گیا۔

اس کے داخلے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ''عبید اللہ ابن زیاد'' ہے۔کوفہ کا نیا گورنر بن کر آیا ہے۔اس کے بعد فوراً عام لوگوں کیلئے دروازہ بند کر دیا گیا۔صبح ہوئی۔بنی تمیم کے ایک غلام ''آزاد'' کو ابن زیاد بلا کر کچھ مال وال دے کر کہا کہ مخالین کا سا شیوہ اور رویہ اختیار کر کے ان لوگوں کی محبت سے پہلے مدد کر۔اس طرح ڈھونڈو کہ ''ہانی اور مسلم بن عقیل کہاں ہیں''!''آزاد'' غلام ہانی کے پاس آ کر کہا کہ میں شیعان علیؓ میں سے ہوں۔تمہارے لئے کچھ مال لے کر آیا ہوں۔

اتنے میں ''شریک بن اعور'' نامی ایک شخص بیمار ہوکر ''ہانی'' کے یہاں آکر ہانی سے کہا کہ ''مسلم'' سے کہئے کہ وہ یہیں رہیں۔عبیداللہ میری عیادت کو یہیں آئے گا۔ پھر ''مسلم'' سے شریک نے نے پوچھا کہ ''اگر عبیداللہ'' کے قتل کا موقع آپ کو دوں تو آپ اسے تلوار ماریں گے؟ مسلم نے کہا! ہاں! واللہ! میں اسے ماردوں گا۔تب شریک نے کہاں! جب وہ آجائے تو میں پانی پلانے کو کہوں گا! اتنے میں شریک کی عیادت کیلئے ''ہانی'' کے گھر آکر اس کے بستر پہ بیٹھا۔اس کے بعد شریک نے کہا ''مجھے ذرا پانی پلا دو! ایک کنواری چھوکری پانی دے کر اور مسلم کو دیکھ کر چلی گئی۔

اس طرح شریک نے تین بار کہا۔اس جملہ سے ایک شخص ''مہران'' عبیداللہ'' کا تاڑ کر عبیداللہ کو ''آنکھ'' سے مسلم یہی ہے اشارہ کردیا۔عبیداللہ اٹھ کر جانے لگا۔شریک نے کہا روکو! تجھے کچھ نصیحت کرنی ہے۔عبیداللہ نے کہا ''پھر آؤں گا''۔اس طرح مہران دھکیلتا عبیداللہ کو چلا گیا اور کہا کہ واللہ! تمہارے قتل کا منصوبہ تھا۔

اس کے بعد عبیداللہ نے ''ہانی'' کو بلاکر سوال وجواب کیا۔حسینی خیال کے ایک ''مہران'' نامی شخص کو پھر عبیداللہ نے مارکر قید کردی۔اس کے بعد ''شریح'' نامی شخص کو ساتھ لے لی۔اب شور شرابہ ہونے لگا ش۔اب ''عبیداللہ'' کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ''عبیداللہ'' پر حملہ نہ ہوجائے۔مگر عبید اللہ اور اس کے خیر خواہوں نے سختی اور سازش ایسی کی کہ ''مسلم ابن عقیل'' کے صحیح قیام کا پتہ چل گیا۔

ایسی حالت میں مسلم بن عقیل کے پاس بیعت کرنے والں کا جم غفیر تھا۔سازش کر مسلم کے قیامگاہ ''مختار'' کا محاصرہ کرلیا گیا۔پھر عبیداللہ نے اسی طرح تقریر سختی سے کی جس طرح اس نے بصرہ میں کی تھی۔اس وجہ سے سب کے سب متفرق ہونے لگے۔اس کے بعد مسلم بن عقیل کی گرفتاری کا اعلان کردیا گیا۔

مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ کوفیوں کا دھوکہ :اس کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ حالات بگڑتے چلے گئے۔تمام بیعت کئے ہوئے کوفیوں نے دھوکہ دے کر تن تنہا چھوڑ دیا۔حضرت مسلم بن عقیل تنہا گلیوں میں پھرتے پھرتے ایک مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔اتنے میں ''طوعہ'' نامی ایک عورت اپنے مکان کے درواازہ پر بیٹھی اپنے بیٹے کا انتظار کررہی تھی۔حضرت مسلم نے اس سے پانی مانگا۔وہ پانی دے کر اندر چلی گئی۔کچھ دیر کے بعد پھر وہ نکلی تو مسلم بن عقیل کو بیٹھے ہی دیکھی۔اس نے کہا کہ! بندۂ خدا! تیرے یہاں بیٹھنے سے مجھے اندیشہ ہے۔اس لئے یہاں سے اٹھ جاؤ! مسلم نے کہا میرا یہاں کوئی گھر نہیں ہے۔میں مسلم بن عقیل ہوں۔یہاں کے لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔عورت نے کہا! اچھا تو اندر چلے آؤ! اندر گئے۔عورت نے کھانا دیا۔آپ نے کھایا نہیں۔

مسلم بن عقیل کی گرفتاری اور بہادری: تھوڑی دیر بعد اس عورت کا لڑکا آیا۔ وہ شرابی اور آوارہ تھا۔ ماں نے جبکہ مسلم کے اپنے گھر ہونے کو کسی سے بتانے سے منع کی تھی۔ مگر پھر بھی وہ لڑکا ''محمد بن اشعث'' نامی ایک یزیدی خیر خواہ کے بیٹے اپنے دوست سے مسلم بن عقیل کے اپنے یہاں ہونے کو جا کر بتا دیا۔ اشعث کو جب مسلم کا حال معلوم ہوا تو اس نے مسلم کے بارے کوفہ کے نئے گورنر ''عبید اللہ'' کو جا کر بتا دی کہ ''مسلم بن عقیل ''طوعہ'' کے گھر میں ہیں''۔ عبید اللہ نے پولیس افسر ''عمرو بن حریث مخزومی'' کو بلا کر محمد بن اشعث کے ساتھ، اور بروایت تاریخ طبری ''عمرو بن عبید اللہ سلمی'' کی ماتحتی میں ۷۰ ر ۶۰ شخص بنی قیس کے ساتھ کر کے'' محمد بن اشعث'' کے ساتھ ''طوعہ'' کے گھر کے جا کر محاصرہ کر کے مسلم کو گرفتار کرنے کے لئے بھیج دی۔ پولیس افسر نے روانہ ہو کر اس کے گھر کا فوراً محاصرہ کر لی۔ مسلم نے معلوم کر لی کہ مخالفین اور دھوکہ باز کوفیوں کے نئے سردار ''عبید اللہ'' کے فوجی نے محاصرہ کر لیا ہے تو حضرت مسلم ابن عقیل بن ابو طالبؓ تلوار نیام سے نکال کر باہر آ کر قتال میں بہادری کے ساتھ مصروف ہو گئے۔

تاریخ طبری ر ج ر ۴ ر ص: ۳۷۱ ر ۲۷۱ ر کی ایک روایت کے مطابق مسلم بن عقیل نے یہ حملہ ۸ ر ذی الحجہ یوم الترویہ کے دن ۶۰ ر ہجری میں کیا تھا اور ایک روایت مطابق جس دن امام حسینؓ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے خط مل جانے کے بعد مکہ سے کوفہ کے لئے نکلے تھے، اسی دن اور تاریخ میں، یعنی ۲۸ ر ذی الحجہ ۶۰ ر ہجری کو اتور کے دن عین حج شروع کے دن ۸ ر ویں ذی الحجہ یوم الترویہ منگل کے دن مسلم اور مختار نے یزیدی فوج پر حملے کے لئے مکان سے باہر نکل کر عمرو بن حارث کے گھر پہ علم گاڑا تھا۔ جس کے مقابلے میں ''اشعث، قعقاع، اور عبد اللہ بن حارث'' سامنے آئے۔ یہ بہت خونریز جنگ ہوئی تھی۔

''محمد بن اشعث'' کے لڑکے عبد الرحمٰن نے مسلم کو ہاتھ میں ہاتھ دے کر امان دیا۔ لیکن مسلم بن عقیل عربی میں شعری رجز ''اخاف ان اُکذِّبَ اَو اُغرَّ'' پڑھتے جاتے شمشیر زنی ہی کرتے رہے۔ یعنی یہ کہتے تلوار چلاتے رہے کہ ''مجھے اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکا دیں گے''۔ مخالفین پتھروں کی مار سے، لیکن مسلم کو چور ور کر چکے تھے۔ تھک کر مکان کے جانب دوار سے پیٹھ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اگرچہ سلمٰی کے علاوہ اس وقت سبھوں نے کہا کہ ''آپ کیلئے امان ہے''!

اس کے بعد مسلم نے اپنی تلوار میان میں رکھ کر گلے میں ڈال لی۔ لوگوں نے ایک خچر پہ ان کو سوار کر دیا۔ اتنے میں ایک ہجوم آ کر گلے سے ان کی تلوار نکال لی۔ اس کے بعد ان کو اپنی جان سے

مایوسی ہوا آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا ''ابن اشعث'' نے میرے ساتھ دغا بازی کی''۔ابن اشعث نے اگر چہ تسلی دی کہ ''تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے''۔مگر ابن عقیل مکمل مایوس ہو چکے تھے۔ کہا ''بس امید ہی امید ہے''۔اس کے بعد انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر رونے لگے۔

مخالف امام حسینؓ اور مسلم بن عقیل کے حق میں سازش کرنے والا منافق شخص ''سلمی'' نے مسلم بن عقیل سے کہا ''جس بات کے تم طالب تھے۔اس پر تمہاری مصیبت پڑ جائے تو وہ تو اس طرح نہیں روئے گا!''۔

مسلم بن عقیل کا امام حسینؓ کو دوبارہ حالات سے آگاہی: مسلم بن عقیل نے کہا ''میں اپنی جان کے لئے ، بلکہ اپنے عزیزوں کے لئے رو رہا ہوں، جو کوفہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔اس لئے تو مجھے امان تو نہیں دے سکے گا۔البتہ اتنا سلوک کر کہ کوئی قاصد دے کہ ان کے ذریعے امام حسینؓ کے قافلے کو خبر بھیجوا دوں!

تاریخ طبری رج ۴ رص :۱۶۸/۱۸۹ر کے مطابق ''محمد بن اشعث'' نے مسلم بن عقیل کی یہ بات مان لی اور ''ایاس طائی'' نامی ایک شاعر کو بلا کر امام حسین کے نام مسلم بن عقیل کا خط برائے خبر تاریخ طبری ر۴ رص:۱۸۵ر کے مطابق مسلم بن عقیل کے قتل سے ستائیس ر۲۷ رروز پہلے بھیجوائی کہ:

> ''مسلم بن عقیل گرفتار ہو چکے ہیں۔وہ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ آپ اب یہاں ''کوفہ'' آئیں اور قتل کئے جائیں۔آپ اہل بیت کو لے کر پلٹ جائیے۔کوفیوں کے دھوکے میں نہ آیئے۔یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کیلئے آپ کے والد مرنے اور قتل ہو جانے کی اپنی تمنا رکھتے تھے۔اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بولے، اور مجھ سے بھی جھوٹ بولے۔جس کو فریب دیا، اس کی رائے''۔

مسلم کے پناہ گاہ کی تبدیلی: ''ایاس طائی'' شاعر مسلم بن عقیل کا خط لے کر امام حسینؓ کو پہنچانے کے لئے چل دیا۔اس کے بعد ادھر مسلم بن عقیل کو مزید اتنے بگڑتے رہے۔ابن زیاد کو مسلم بن عقیل کی تلاش تھی۔انتھک کوشش کے باوجود مسلم کے ٹھکانہ کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔اس لئے اس نے لوگوں کو جمع کر کے ایک زبردست اور خطرناک تقریر کر کے وہیں پر بڑے بڑے لوگوں فوراً گرفتار کر لیا۔جس سے پورے شہر میں خوف و ہراس چھا گیا۔لیکن زبانی طور پر یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ مسلم بن عقیل ''مختار ابن ابو عبیدہ'' کے مکان میں مقیم ہیں۔اس شہر کی وجہ

سے مسلم بن عقیل نے حکمتا مختار بن ابوعبیدہ کے مکان میں قیام کرنا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے ایک رات کی تاریکی میں قبیلۂ مذحج ''میں سے اہل بیت سے نہایت محبت کرنے والے شخصیت'' ہانی بن عروہ'' کے جا کر مقیم ہو گئے۔ ہانی بن عروہ نے ایک محفوظ کمرہ میں مسلم بن عقیل کو چھپا کر رکھا۔ بس مخصوص و معتمد لوگوں کو اس کا علم تھا۔ ہانی بن عروہ ابن زیاد کے پکے دوستوں میں سے تھے۔ لیکن تھے اہل بیت سے محبت کرنے والوں میں سے۔ اس لئے مرض کے بہانے سے مسلم کو چھپا کر گھر ہی میں یہ بھی بیٹھ گئے۔ تاکہ ابن زدیاد سے زیادہ ملن جلن نہ ہو۔

جاسوس کی جاسوسی: ابن زیاد مسلم کو تلاش کرنے کے لئے ''معقل'' نامی ایک شامی غلام کو تین ہزار درہم دے کر سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا۔ ''معقل'' غلام نے جاسوسی کرتے ہوئے سیدھے جامع مسجد کوفہ پہنچ کر اہل بیت سے محبت کرنے والے ایک شخص ''مسلم بن عوسجہ اسدی'' کو مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ یہ غلام دیر تک انتظار کر کے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے ملاقات کر کے کہا کہ:

> ''میں اہل بیت کے دوستوں میں سے ایک شامی دوست ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان سے کوئی بزرگ شخصیت یہاں کوفہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میرے پاس یہ تین ہزار درہم ان کو دینے کے لئے ہے۔ اگر آپ پتہ دیں گے تو میں ان تک یہ رقم پہنچا دوں گا''۔

''مسلم اسدی بزرگ کو معلوم نہ ہو سکا اور وہ نہیں تاڑ سکے کہ یہ اہل بیت کے مخالف اور مسلم بن عقیل کی تلاش کرنے والا جاسوس ہے۔ اس وجہ سے درہم ان تک پہنچنے کے لئے ''معقل'' جاسوس سے کہا کہ:

> ''مسجد میں ابھی بہت سے آدمی ہیں۔ ان کے بارے میں کیوں بات کر رہے ہو؟۔ اس نے کہا کہ آپ کے چہرے کی خیر و برکت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ضرور اہل بیت کے دوستوں میں سے ہیں۔ اس طرح مسلم اسدی بزرگ اس معقل جاسوس کے فریب میں آ گئے اور کہا! تم خوب پہچانے! میں بھی تمہارے بھائیوں (یعنی تمہاری طرح ااہل بیت کے دوستوں میں سے) ہوں۔ اس کے بعد مسلم اسدی کو پکا خیال ہو گیا کہ یہ بھی مسلم بن عقیل اور حسینی قافلے کا خیر خواہ شخص ہیں۔ اس لئے محبّ اہل بیت سمجھ کر مسلم بن عوسجہ اسدی'' معقل'' جاسوس کو حضرت مسلم بن عقیل کے پاس لے گیا۔

مسلم بن عقیل کے پاس معقل پہنچ کر پہلے تو ان سے امام حسینؓ کے نام پر بیعت کر کے وہ تین

ہزار درہم ان کی خدمت میں پیش کر دی۔ جس سے مسلم بن عقیل کو بھی یقین ہو گیا کہ یہ حسینی خیال ہی کے ہیں۔ بیعت لینے کے بعد معقل جاسوس، چند دنوں تک مسجد میں اول وقت پر پہنچتا نماز پڑھتا اور ملتا اور بھر دن رہتا تھا۔ دن بھر اس طرح مسلم بن عقیل کے حالات دیکھتا، سنتا اور رات کو پوری رپورٹ ''ابن زیاد عبید اللہ'' کو دیتا تھا۔

جب ابن زیاد عبید اللہ کو یقینی خبر مل گئی کہ مسلم بن عقیل ''ہانی بن عروہ'' میرے ہی قریبی دوست کے مکان میں چھپا ہوا ہے تو اس نے ہانی بن عروہ کو ملاقات کرنے کے لئے پیغام بھیجا۔ ''ہانی عروہ'' نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا اور ابن زیاد عبید اللہ سے ملنے تنہا چلا گیا۔ اس کے بعد مسلم بن عقیل کے چھپانے کی غصے سے بات کی۔ ہانی نے پہلے تو انکار کیا۔ اس کے بعد معقل غلام کو سامنے کر دیا۔ اب ہانی کی ہوش اڑ گئی اور پتہ چلا کہ یہ اہل بیت میں سے نہیں بلکہ جاسوس ہے۔ اس کے بعد انکار کی گنجائش نہ رہی۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ:

> ''بات دراصل یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کو میں نے نہیں بلایا، بلکہ وہ خود میرے گھر آ گئے۔ میں انکار نہیں کر سکا اور ان کو مہمان بنا لیا۔ اب آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان کو نکال دوں گا۔ ابن زیاد نے کہا ''نکال دینے سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ خدا کی قسم جب تک تو اسے میرے سامنے حاضر نہیں کر دے گا۔ تب تلک تم خود یہاں سے نہیں جا سکتے ہو؟''۔ ہانی نے کہا! خدا کی قسم میں اپنے مہمان کو تمہارے حوالے کبھی نہیں کروں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ پھر تو تم نے بھی اپنا خون حلال کر لی اور پھر سپاہی کو حکم دیا کہ اسے کھینچ کر لے جاؤ اور کمرہ میں بند کر دو۔ سپاہی نے ایسا ہی کیا۔ اس سے شہر میں ہانی کے قتل کا شہرہ ہو گیا۔
>
> یہ خبر ہانی کے نسبتی برادر ''عمرو بن الحجاج'' سن کر قبیلۂ مذحج کے ہزار سواروں کو جمع کر کے ''ہانی بن عروہ'' کے انتقال کا بدلہ لینے کو پہنچ گیا۔ نہایت شور و ہنگامہ شروع ہو گیا۔ ابن زیاد اس ہنگامے سے گھبرا کر ''قاضی شریح'' کو کہا کہ ''عمرو بن الحجاج'' دیکھ لیجے اور اسے کہہ دیجئے کہ ''وہ ابھی زندہ ہیں''۔

قاضی شریح باہر نکلے تو ہانی نے کہا کہ میرے متعلقین کو کہہ دیجئے کہ دس آدمی بھی اندر آ گئے تو میں باہر آ جاؤں گا۔ قاضی شریح کے ساتھ ابن زیاد کا ایک اور جاسوس ''حمید بن بکر اسدی'' باہر نکل گیا۔ اس وجہ سے قاضی صاحب نے ہانی کا پورا حال ان کے متعلقین کو بتلا نہیں سکے۔ بس اتنا کہا کہ ''وہ زندہ ہیں۔ مصلحتاً انہیں قید کر دیا گیا ہے۔'' ہانی کے قبیلے والے مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ ہنگامہ ختم ہوا۔

''ہانی بن عروہ'' کے تعلق سے اس ہنگامے کی خبر جب مسلم بن عقیل کو معلوم ہوئی تو وہ ہانی بن عروہ کے گھر سے باہر نکل کر اپنے خیر خواہوں کو آواز دے کر جمع کیا اور ایک لشکر تیار کر کے قصر (راج بھون) کا جا کر محاصرہ کر لی۔ قریب تھا کہ اب ابن زر اس کے خیر خواہوں کا کام تمام ہو جائے اور ''راج بھون'' پر قبضہ ہو جائے۔

مگر گفتگو سے صلح کی بات تمام کر لینے کی غرض سے آپ نے قصر پر حملے کی اجازت نہیں دی۔ اس وقفے سے دشمنوں نے فائدہ اٹھالی اور ابن زیاد نے جو قصر میں سرداران کوفہ کو قید کر رکھا تھا، انہیں تلوار کی زور سے مجبور کیا کہ باہر آئے اپنے اپنے رشتے داروں کو سمجھا کر الگ کر دے۔

چونکہ یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے۔ اس لئے اس کی بات مجبوراً مان کر قلعہ کے دیوار پر چڑھ کر متعلقین کو ابن زیاد اور یزید کے غضبناک ہو کر ظلم کرنے کو بتا کر مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے کے لئے کہتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے جانے کے لئے کہا۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہو کر مسلم کے حامی لوگ ساتھ چھوڑتے چلے گئے۔

مسلم عقیل کی ابن زیاد کے پاس پیشی: مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے وقت بعض خیر خواہوں نے مسلم بن عقیل کو امان دینے کے لئے گذارش کی تو اس منافقوں نے امان نہیں دی۔ اس کے بعد مسلم باہلی نامی حضرت مسلم بن عقیل کو ''ابن زیاد'' عبیداللہ'' کے پاس قصر (راج بھون) میں لے گیا۔ مسلم بن عقیل نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ ایک سپاہی نے کہا کہ تو امیر کو سلام تک نہیں کرتا ہے؟ تو مسلم بن عقیل نے کہا کہ ''امیر جب مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ان کو میرا سلام کیا! ابن زیاد نے کہا'' بیشک میں تجھے قتل کر دوں گا۔ مسلم نے پوچھا کیا یہی بات ہے؟ ابن زیاد منافق نے کہا! ہاں! یہی بات ہے۔

اس کے بعد مسلم بن عقیل نے اپنے ہمنشینوں کی طرف نظر کی۔ وہاں پر'' عمرو بن سعد'' تھا۔ اس سے مسلم نے کہا:

> ''اے عمرو! مجھ میں تجھ میں قرابت ہے۔ ایک راز بتانا تجھے ضروری سمجھتا ہوں۔ ابن سعد نے سننے سے انکار کر دی۔ ابن سعد نے کہا' اپنے چچا کی بات سنو! اس کے بعد ابن سعد اور مسلم بن عقیل ہٹ کر اکیلے میں جا بیٹھا۔ مسلم نے ابن سعد سے کہا! کوفہ میں مجھ پر سات سو درہم کا قرض ہو گیا ہے۔ تو اس قرض کو ادا کر کے دینا۔ میری لاش کا ذرا خیال رکھنا۔ ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا۔ حسینؓ کو کوفہ نہ آنے کے لئے تو خبر بھیج چکا ہوں۔ مگر تو بھی ان کے پاس

کسی کو بھیج دینا کہ وہ واپس ہو جائیں۔

اس کے بعد مسلم بن عقیل سے ابن زیاد نے زبانی مباحثہ اور سوال وجواب کیا۔اسی درمیان یا اس کے بعد ''ابن سمیہ'' نامی ایک شخص نے مسلم اور امام حسینؓ اور عقیل وعقیل سبھوں کو گالیاں دینی شروع کردی۔

حضرت ''مسلم بن باہلی'' سے ''مسلم بن عقیلؓ نے اتنے میں پانی طلب کیا۔اس نے گستاخی کرتے ہوئے ابن زیاد ''عبیداللہ'' کے حکم سے بے ادبی سے مٹکے کے اوپر رکھے، ڈھکن میں پانی ڈال کر مسلم بن عقیلؓ کی دی۔مگر جیسے ہی مسلم پانی پینے لگے تو پانی خون سے بن گیا۔بار بار یہی عمل ہوتا رہا تو مسلم بن عقیل نے کہا کہ میری قسمت میں کٹورا بھرا پانی نہیں ہے۔ورنہ پی لیتا!

مسلم کی شہادت: تاریخ طبری ج ۴ر کے بقول ابن زیاد نے مسلمؓ کو پانی دینے کا حکم کیا۔مٹی کے برتن میں پھرانہیں پانی یہ کہتے ہوئے مٹی کے برتن میں کہا کہ ''اس برتن میں تجھے پانی اس لئے دیا کہ تیرے پانی پینے سے دوسرا برتن حرام ہو جاتا ہے''۔

اس کے بعد ۳رذی الحجہ ۶۰رہجری کو ،اور بروایت تاریخ طبری رج ۴رص: ۳۷۱۲۷۱ر حضرت امام حسینؓ کے مسلم کے دوسرے خط مل جانے کے سبب، عین حج شروع ہونے کے دن ،یعنی ۸رویں ذی الحجہ یوم الترویہ منگل کے دن ''مکہ'' سے عراق کے کوفہ کے لئے روانہ ہونے ہی کے دن ''ابن زیاد رعبیداللہ'' نے حضرت مسلم بن عقیل کو قصر شاہی کی چھت پر لے جا کر سر اور گردن کو الگ کر کے سر اور دھڑ دونوں کو نیچے پھینک دینے کے لئے حکم دیا۔

حضرت مسلمؓ نے اشعث کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''تو نے اگر مجھے امان نہیں دی ہوتی تو واللہ! میں خود کو حوالہ نہ کرتا! اب میرے بچانے کو تو تلوار لے کر اٹھ! تیری بات جاتی ہے''۔

اس کے بعد ابن زیاد ''عبیداللہ'' سے کہا کہ:

''اگر مجھ میں اور تجھ میں کچھ بھی قرابت ہوتی! تو مجھے مجھے قتل نہ کرتا!

اس کے بعد ابن زیاد نے مجمع سے پوچھا کہ:

''وہ شخص کہاں ہیں۔جس کے سر اور شانہ پر تو نے تلوار ماری تھی۔لوگ اسے بلا کر لائے۔ابن زیاد عبیداللہ نے اسی شخص کو حکم دیا کہ ''قصر کی چھت پر اسے لے جا اور تو ہی اس کی گردن مار! اس کے بعد وہ شخص حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوٹھے پر لے گئے۔حضرت مسلم تکبیر واستغفار پڑھتے اور یہ کہتے ہوئے کہ ''خداوندا! جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ دی۔جھوٹ بولا ،ہمیں ذلیل کی۔ان سب کے

ساتھ انصاف تیرے ہی ہاتھ میں ہے''۔اس کے بعد اس شخص نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کی گردن مار کر شہید کر کے سر اور جسم کے ساتھ نیچے پھینک دی۔

اس کے بعد جس ہانی بن عروہ کے یہاں مختار کے مکان کے بعد حضرت مسلم عقیل مقیم تھے، اسی طرح حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ جو معصوم بچے (بیٹے) تھے۔وہ قاضی شریح کے یہاں تھے، ان کو بھی ظالموں، منافقوں نے شہید کر دی۔اناللہ وانا الیہ راجعون! اس کے بعد حضرت امام حسینؓ ؓ کے خیر خواہوں کو بھی چن چن کر پکڑ پکڑ کر مارنا شروع کر دیا۔

مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی امام حسینؓ کو خبر اور ان کا فیصلہ

اُدھر حضرت امام حسینؓ کوفہ کی طرف مسلم بن عقیل کے دوسرے خط کی وجہ سے جس دن حضرت مسلم بن عقیل شہید ہوئے تھے۔یعنی عین حج شروع ہونے کے دن، یعنی ۸/ویں ذی الحجہ یوم الترویحہ منگل کے دن سے سفر کرتے ہوئے''صفاح'' نامی جگہ تک پہنچے تھے۔اس جگہ حضرت امام حسینؓ نے عرب کے ایک مشہور شاعر''فرزدق'' سے ہوئی۔ان سے گفت وشنید کر کے آگے بڑھ کر ''ثعلبہ/ یا ثعلبیہ'' نامی مقام پہ پہنچے۔ثعلبہ مقام پہ کوفہ کی طرف سے ایک گھڑ سوار''بکیر ابن شعبہ اسدی'' ملا۔اسے آپؓ نے روک کر کوفہ کے حالات دریافت کئے۔اس نے کوفے کے حالات بتلائی کہ:

> ''ابن زیاد عبیداللہ کو نعمان بشیر کی جگہ یزید نے گورنر مقرر کر دی ہے۔ابن زیاد گورنری کے عہدے کو سنبھال کر آپؓ اور آپؓ کے بہی خواہوں پر سختی کر کے وہاں کی زمین تنگ کر دی ہے۔آپؓ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو اور ان کے دونوں بیٹوں اور جس ہانی بن عروہؓ کے گھر حضرت مسلم مقیم تھے، ان سبھوں کو بھی اس نے شہید کر دی۔علاوہ ازیں تمام آپؓ کے خیر خواہوں کو پکڑ پکڑ کر مار رہا ہے''۔

حضرت امام حسینؓ کو راستے ہیں ہی میں یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے کوفہ سے تین چھوٹے چھوٹے لشکریوں کو بھی تین راستے سے کوفہ آنے سے پہلے پہلے راستے ہی میں یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے لئے ابن زیاد''عبیداللہ'' غدار نے روانہ کر دیا تھا۔وہ لوگ امام حسینؓ کو راستے میں روک کر یزید کے نام پر بیعت لینے کے لئے آرہے تھے۔

ادھر سے حسینی قافلہ بھی ۹۱/افراد پر مشتمل قافلہ چل رہا تھا۔چلتے چلتے حضرت امام

حسینؓ ’’حاجز‘‘ نامی ایک جگہ میں پہنچے۔یہاں سے تاریخ کربلا/ص:۲۷۳ھ/اسی طرح تاریخ طبری وغیرہ کئی کتابوں کے مطابق اپنے ایک رفیق ’’مسہر صیدادی‘‘ کو اپنی آمد کی خبر بذریعہ تحریر دے کر کہا کہ کوفہ جا کر خبر کر دو! وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کوفہ گئے تو یزیدیوں نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر رکھا تھا۔اس لئے ’’قادسیہ‘‘ کے مقام میں بالآخر گرفتار ہو گئے۔ابن زیادی فوج میں سے ’’حصین‘‘ نامی شخص نے انہیں ابن زیاد کے پاس بھیج دی۔ابن زیاد نے ان سے گستاخانہ حرکت کرتے ہوئے حضرت امام حسینؓ کے بارے میں چھت پر جا کر ’’کذاب ابن کذاب حسینؓ بن علیؓ‘‘ کو گالی دینے کیلئے کہا!

حضرت قیس بن مسہر صیدادیؓ نے چھت پر جا کر ابن زیاد کے حکم کے خلاف حضرت حسینؓ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ’’لوگو! حسین بن علی وفاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر اس وقت خلق خدا میں سب سے بہترین شخص ہیں۔میں انہیں کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں۔وہ مقام ’’حاجز‘‘ تک پہنچ چکے ہیں۔اس لئے تمہارا فرض ہے کہ ان کے لئے آگے بڑھو! انکی آواز پر لبیک کہو! ساتھ ہی حضرت ابن قیس مسہر صیدادیؓ نے ابن زیاد، اور اس کے باپ کو نڈر ہو کر برا بھلا کہا۔یعنی ابن زیادے کے حکم کے بالکل خلاف میں بولا‘‘۔

اس پر ابن زیاد آگ بگولہ ہو کر ان کو بہت اونچی چھت پر بھیج کر، گروا کر شہید کر دی۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

لیکن حسینی قافلہ بات نہیں مانے اور اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے آگے ’’زرود‘‘ نامی جگہ پر قیام فرمایا۔یہاں ایک خیمہ نظر آیا۔معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ’’زہیر بن قین البجلی‘‘ حج سے فارغ ہو کر کوفہ کو جا رہے ہیں۔راستہ میں انہوں نے قیام کے لئے خیمہ بنا کر رک گئے ہیں۔آپؓ نے ان کو بلایا۔مگر وہ ملنے سے انکار کر دی۔تب زہیر بن قین کی بیوی نے کہا کہ سبحان اللہ! فرزند رسول ﷺ تم کو بلا رہے ہیں اور تم ملنے سے انکار کر دی! بیوی کی بات سنتے ہیں امام حسینؓ کے پاس جا کر ہشاش بشاش ہو کر واپس ہوئے۔اپنا خیمہ اور کل سامان آپ کی طرف بھیجوا دی۔فوراً بیوی کو طلاق دے کر کہا کہ اب تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر چلی جاؤ!

اس کے بعد اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو شہادت کے طلب گار ہیں۔وہ میرے ساتھ چلیں اور جو اپنے گھر جانا چاہیں وہ سمجھ لیں کہ مجھ سے ان کی آخری ملاقات ہے۔سبھی لوگ ان کی حرکت پر حیران ہو کر ماجرا پوچھا تو فرمایا کہ میں نے حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ جب بلنجر کی جنگ کر کے فتحیابی حاصل کی تھی تو اس وقت انہوں نے ہم سے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے بارے میں پیشینگوئی کی ہیں کہ تم اہل بیت کے جوانوں کے سردار حضرت امام

حسینؓ کیساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے جنگ کرو گے تو اس فتح اور مال غنیمت سے زیادہ خوشی حاصل کرو گے''۔اس لئے میں ضرور جاؤں گا۔ یہی وقت ہے۔ چنانچہ وہ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ ہو گئے۔(پھر جنگ میں شہید بھی ہو گئے)۔

اب زہیر بن قین کی شمولیت کے ساتھ حضرت امام حسینؓ اپنے سفر کو جاری رکھا۔ چلتے چلتے ''ثعلبیہ'' نامی جگہ میں پہنچے۔

یہاں قیام کے دوران ''بکیر بن شعبہ اسدی'' کے ذریعے حضرت امام مسلمؓ اور ہانی بن عروہ اور حضرت مسلمؓ کے ساتھ جو ''عبداللہ بن لقطیر'' تھے۔ وہ سبھی شہید کر دیئے گئے ہیں۔اسی طرح ابن زیاد نے کوفہ جانے والے تمامی راستوں کی ناکہ بندی کر کے، اپنے جاسوس چھوڑ رکھا ہے۔

ادھر مسلم ابن عقیل اور ان کے بیٹوں اور دیگر خیر خواہوں کے شہید ہونے کی جو خبر امام حسینؓ اور ان کے قافلے والوں کو معلوم ہوا تو حسینی قافلہ میں تہلکہ مچ گیا۔ مسلم بن عقیل کی صاحبزادی، اور بیوہ حضرت مسلم کے شہید ہونے کی خبر سنتے ہیں رونے لگیں۔ حضرت امام حسینؓ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری نبھائی۔ اللہ ان ظالموں سے بدلہ ضرور لے گا۔ میرے یہاں سے جو و کچھ ہے۔ وہ میرے ذمے ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے مسلم بن عقیلؓ کے شہید ہونے کی خبر سن کر کوفیوں پر سے اعتماد ختم ہو گیا۔ اس لئے واپسی کا عزم کا فیصلہ اپنے قافلے والے لوگوں سے کی۔ امام حسینؓ کے اس عزم کے فیصلے سے تمامی اصحاب نے اتفاق کر لیا۔ تین سو اصحاب میں سے بہت سے لوگ واپس ہو گئے۔

مسلم ابن عقیل کے رشتے داروں کی ضد: مگر! حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کے خاص رشتے دار، اہل خانہ اور عقیل بن علی طالبؓ کے فرزند لوگ بضد ہوئے کہ ''اب ہم لوگ واپس جانا نہیں چاہتے ہیں۔ اپنے بھائی مسلم کہ خون بہا کا بدلہ لیں گے، یا خود بھی مر جائیں گے''۔

امام حسینؓ کا جنگ کا فیصلہ : حضرت مسلم بن عقیلؓ کے اہل خانہ کے اس خیال کے ظاہر ہونے کے بعد حضرت امام حسینؓ بھی کوفہ'' کیلئے تیار ہو گئے۔ اس کے بعد مشیئت الٰہی سمجھ کر آپؓ نے سفر جاری رکھا۔ جہاں جہاں پانی کی ضرورت پڑتی۔ وہاں وہاں پانی لیتے اور وہاں کے لوگ آپؓ کے ساتھ ہوتے چلے جاتے تھے۔

حضرت امام حسینؓ برابر چلتے رہے۔ ادھر سے یزیدی لوگ بھی آپؓ کو گرفتار کرنے کی تگ ودو

میں لگے رہے۔تاریخ طبری کے بیان کے مطابق حضرت امام حسینؓ "زبالہ" کے مقام کے ایک چشمہ پر پہنچے۔ یہاں "عبداللہ بن مطیع" سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے آپؓ کو بڑھ کر سلام کر کے خیر خیریت پوچھی اور پوچھا کہ یہاں تک کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت امام حسینؓ نے کہا: ہمیں کوفہ والوں نے بیعت کرنے کے لئے بلایا ہے۔اس لئے حق کو زندہ کرنے اور جور وظلم کو ختم کرنے کے لئے "کوفہ" کو جارہا ہوں۔عبداللہ! نے قسم دے کر کوفہ جانے سے آپ کو منع کرتے ہوئے کہا کہ وہاں حالات اچھے نہیں ہیں۔آپ یقیناً شہید ہو جائیں گے۔حضرت امام حسینؓ نے کہا: "لن یُصیبنَا الا ما کتب الله لنا" یعنی "ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خدائے تعالی نے ہمارے لئے مقدر کر دی ہیں"۔

تاریخ طبری رج ۴رص: ۲۹۲ر بحوالہ "رسومات محرم کتاب" رص: ۲۷ر پر ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے مسلم بن عقیل اہل خانہ خصوصاً ان کے بھائی کے پر جوش عزم والے الفاظ سن کر کہا کہ "تمہارے بغیر میں بھی جی کر کیا کروں گا" اور پھر کوفہ کی طرف چل پڑے۔آپ کے ساتھ صرف آپؓ کے اہل خانہ اور خاندان کے ۲۷رلوگ ساتھ رہ گئے۔

اسی جگہ "زبالہ" ہی میں تھے کہ عبداللہ بن بقطر کے شہید ہو جانے کی بھی خبر مل گئی۔اس طرح راہ میں مسلسل مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، عبداللہ بن بقطر وغیرہم کی شہادت کی ملنے کے سبب اہل قافلہ کو خطاب فرما کر سبھوں کو واپس جانے کے لئے کہا۔مگر اہل بیت نے انکار کر دی۔

سرزمین "سرات" میں امام حسینؓ کا

ابن زیاد کے پہلے لشکر سے ملاقات: پھر آگے چلے۔چلتے چلتے "سرات" نامی مقام "کوہ ذی حشم" کے دامن میں پہ پہنچے۔یہاں سے چل کر پھر منزل "شراف" میں قیام کیا۔یہاں بھی پانی لئے۔"صحرائے سرات" جگہ پہ ۶۰رہجری کی پہلی تاریخ کو "حُر ابن ریاحی" بروایت دیگر "حُر بن تمیم" ایک ہزار فوج کے ساتھ مقابلے پہ سامنے آ گیا۔یہ لوگ پیاسے تھے۔امام حسینؓ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ پیاسے ہیں۔امامؓ نے ان مخالفین کو پانی پلانے کا حکم فرمایا:

> "انہیں پانی پلانے کے بعد آپؓ نے اس قافلہ سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ "تم لوگوں نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا اور لکھا کہ میرا کوئی امام نہیں ہے۔ہماری راہنمائی فرمائیں۔اب جب میں دعوت پہ آ گیا ہوں تو تمہیں میرا آنا ناپسند لگ

رہاہے تو پھر ٹھیک ہے۔میں اپنی منزل کی طرف واپس چلے جاتا ہوں''۔
اس کلام کو شاعر نے اس طرح شعر میں کہا ہے کہ/ع:

مجھے کوفہ والوں مسافر نہ سمجھو
میں آیا نہیں ہوں بلایا گیا ہوں

اک مہماں بنا کے ستایا گیا ہوں
میں رویا نہیں ہوں رلایا گیا ہوں

حرا بن ریاحی /یا **بن تمیم** ''حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کے اس درخواست پر ابن زیادی فوج ولشکریوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ وقت نماز کا ہو گیا تو آپ نے نماز کی امامت فرمائی۔سب نے مل کر نماز ادا کی اور اپنے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔اس کے بعد عصر بھی آپؓ ہی کی امامت میں ادا کی گئی۔عصر کے بعد آپ نے پھر ایک خطبہ دیا کہ:

''اے لوگو! تمہیں ذرا بھی اللہ تعالی کا خوف ہے تو حق کو پہچانو! یہ بات اللہ کی خوشنودی کیلئے ہے۔آل رسول ﷺ اسلامی نظام کی بدولت ان لوگوں سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں جو اپنے دعوی میں غلط اور ظالم ہیں۔تم لوگوں نے ہی خطوط وقاصدوں کے ذریعے میری امامت کے لئے ارادہ ظاہر کیا تھا۔اگر پھر مخالف ہو گئے ہو تو پھر میں لوٹ جاتا ہوں''۔

حرا بن ریاحی نے خطبہ سن کر امام حسینؓ سے کہا کہ'' مجھے تو خطوط کے بابت علم نہیں ہے۔حضرت امام حسینؓ نے کوفہ اور بصرہ کے عمائدین کے بھیجے ہوئے خطوط دکھلائے۔حرا بن ریاحی نے کہا کہ میں تو ابن زیاد کے حکم کے مطابق تمہیں ان کے سامنے لے جانے کا پابند ہوں۔ابھی تک میرے لشکری نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی ہیں۔میری درخواست ہے کہ آپؓ میر ساتھ چلیں یا پھر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیں۔امام حسینؓ نے دوسرے راستے کے بارے میں تفصیل پوچھی تو اس نے آپؓ کو شام کے راستے کی طرف راہنمائی کر دی۔

سرزمین کربلا میں امام حسینؓ کا قیام :حضرت امام حسینؓ اس کے مشورہ کے موافق کوفہ سے قریب قادسیہ کے بجائے،کوفے سے فاصلے میں دور، دریائے فرات کے پاس واقع ''کربلا'' کی طرف ''حرا بن ریاح'' کے لشکر ابن زیادی کے ساتھ چلدیئے۔چلتے چلتے

''قصر بنی مقاتل'' پہ پہنچ کر قیام فرمایا۔آپ سے تھوڑی دوری پر مقام بیضہ میں ''حُر بن ریاح یا یزید بن تمیمی'' بھی خیمہ زن ہوگیا۔نصف شب کے بعد آپؓ نے ساتھوں سے پانی بھر کر چلو! ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ پھر چونک کر اٹھ اور انا للہ وانا الیہ راجعون تین بار پڑھا۔آپؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدینؓ نے پوچھا! ابا جان کیا ہوا؟ آپؓ نے کہا کہ میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک سوار کہہ رہے ہیں کہ'' یہ لوگ چل رہے ہیں اور موت انکی طرف بڑھ رہی ہے''۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں موت کی اطلاع دی گئی ہے۔صاحبزادے نے خیر کی دعاء کی۔

اس کے بعد پھر چلنے لگے۔ چلتے چلتے دریائے فرات کے کنارے واقع شہر ''نینوا'' جگہ پر پہنچے۔حر بن ریاح یا یزید بن تمیمی تو ساتھ میں تھا ہی۔ یہاں پہنچ کر ابن زیادی اس لشکر نے آپؓ کو دریائے فرات سے تھوڑی دوری پر ''کربلا'' کے لق ودق صحرا میں رکنے پر مجبور کیا۔آپؓ جنگ نہیں چاہتے تھے۔اگر چاہتے تو اس قافلے والوں کو منٹوں میں ختم کر کے اپنا سفر جاری رکھ سکتے تھے۔

مگر نواسۂ رسول مقبول ﷺ نے نانا جان کے دین کے عین موافق کسی پر بے وجہ ظلم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ان کی ضد کے سبب مجبورا آپؓ دریائے فرات اور ان کے درمیان حائل ایک پہاڑ کے درمیان واقع مقام ''عقر بمعنی ''زخم'' مشہور بہ ''کربلا'' کے لق ودق صحرا میں ۲ر محرم الحرام یوم پنجشنبہ (جمعرات) ۶۱ر ہجری مطابق ۲۰ر اکتوبر ۶۸۰ء یا ۸۱ کو خیمہ زن ہو گئے۔اس کے بعد اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو دیکھ کر روتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی کہ:

> ''الٰہی! ہم تیرے نبی ﷺ کی عزت کی اولاد ہیں۔ہمیں تیرے حرم اور تیرے نبی ﷺ کے شہر سے دور کر دیا گیا ہے۔ہم پر ظلم کو جائز رکھا جا رہا ہے۔ ہمارے حق کو پورا تو ہی فرما۔حق کو باطل پر سبقت عطا فرما۔عام لوگ دنیا دار ہوتے ہیں۔وہ لوگ اسی وقت تک دین پر قائم رہتے ہیں جب تک ان پر آزمائش نہیں ہوتی۔لیکن جب آزمائش کے مصائب میں پھنستے ہیں تو دیندار لوگ کم رہ جاتے ہیں۔

پھر توقف کر کے اہل خانہ کو فرمایا!

> ''دیکھو! اگر میں شہید کر دیا جاؤں! تو اپنے چہروں کو مت نوچنا۔نا ہی اپنے کپڑوں کو پھاڑنا۔میری بہن زینبؓ تم جگر گوشۂ رسول ﷺ والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی شہزادی ہو۔تم صبر سے کام لینا''۔

کسی شاعر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے کہ:

شہادت پہ میری ماتم نہ کرنا اے اہل خانہ
نوچنا نہ چہرے کو پھاڑنا نہ کپڑے کو اے زنانہ

سنو زینب بہن جگر گوشۂ رسول ہو تم
مثل گلاب شہزادی فاطمہ بتول ہو تم

کربلا میں ابن زیاد کی دوسری فوج کا سامنا :اہل خانہ کو اس تلقین و دلاسہ دینے کے بعد رات گذری۔ اسی درمیان ایران میں بغاوت ہوگئی۔ اس کو فرو کرنے کے لئے یزید نے عشرۂ مبشرہ صحابی رسول ﷺ کے بیٹے ''عمرو بن سعد بن ابی وقاصؓ'' کو چار ہزار کا لشکر دے کر ''رے'' کی حکمرانی کا پروانہ دے کر ایران بھیجا تھا۔ ابھی یہ تھوڑی ہی دور پہنچا تھا کہ ابن زیاد کو امام حسینؓ کے کربلا میں پہنچنے کی خبر مل گئی۔ اس وجہ سے اس نے عمرو بن سعد کی لشکر کو ایران کے بجائے کربلا امام حسینؓ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دی۔ عمرو بن سعد حسینؓ کے بالمقابل جانے سے منع کیا۔

مگر ابن زیاد نے ''رے'' کی حکمرانی واپس لے لینے کا اظہار کیا اور حسینؓ کے مقابلے کو جانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ یہ فوج دنیاوی لالچ میں اگلے دن ابن زیاد کی دوسری فوج ایک صحابی رسول ﷺ کے پوتے ''عمر بن سعد'' کی سرکردگی میں ۲ر محرم الحرام بروز پنجشنبہ (جمعرات) کو چار ہزار ابن زیاد کی فوج کا لشکر لے کر امام حسینؓ سے مل گیا۔ یزید نے اسے حکم دیا تھا کہ حسین بن علیؓ کو کسی صحرائی میدان میں روک کر بیعت لینا ہے۔ اس کے مطابق اس نے حسینی قافلے کو روک کر حضرت امام حسینؓ سے یزید کے ہاتھ پر بیعت طلب کی۔ وہ امام حسینؓ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے سے جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

امام حسینؓ کا جواب :بقول علامہ ابن تیمیہ، حضرت امام حسینؓ نے یزیدی فوجی ٹکڑے کے سردار ''عمر بنؓ سعد'' سے تین باتیں کہیں جیسا کہ ''اصابہ'' اب میں ہے کہ:

۱ : مجھے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مجبور نہ کرو۔ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔

۲ : یا براہ راست یزید کے پاس جانے دو۔ میں یزید سے گفت وشنید کر کے بیعت کے تعلق سے معاملہ خود طے کرلوں گا۔

۳ : یا اسلامی کسی سرحد پر پہنچادو۔ جس حال وہاں کے مسلمانوں کا ہوگا، میں اسی حال میں اپنی زندگی بسر کولوں گا۔

عمر بن سعد کا ابن زیاد کو خط: عمر بن سعد نے حضرت امام حسینؓ کا یہ جواب سن کر یزید کی طرف سے کوفہ کے مقرر کردہ ابن زیاد ''عبیداللہ'' گورنر کو لکھا کہ:

''اللہ تعالی نے جنگ کی آگ بجھا دی۔ مسلمانوں کا کلمہ متفق کر دیا۔ مجھے حضرت امام حسینؓ نے ''مدینہ واپس چلے جانے یا آپ سے مل کر بیعت کے معاملے کو حل کر لینے یا سرحدی علاقوں کے مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے چلے جانے کو چھوڑ دینے'' کل تین تجویزوں میں سے کسی ایک تجویز پر عمل کرنے کے لئے پیش کی ہیں۔

ظاہر ہے ان تینوں میں سے کسی ایک پر عمل کر لینے میں آپ کا مقصد تو پورا ہو ہی جاتا ہے۔ اس میں امت کی اصلاح وفلاح بھی ہے۔

نکتہ : عبیداللہ نے شمر ذی الجوشن کو امام حسینؓ کو قتل کرنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ بلکہ عمر بن سعد کو بات نہ ماننے اور حسینؓ کو اپنے پاس نہ لانے پر قتل کر دینے کو کہا تھا۔ نیز یہ بھی نہیں کہا تھا کہ تم حسینؓ کو وہیں کربلا کے مقام میں ہی ہر حال میں بیعت لے لو۔ یہاں میرے پاس نہ لاؤ! بلکہ یہ ہدایت دی تھی کہ عمرو بن سعد اگر تمہارا ہم خیال نہ ہو تو اسے قتل کر کے حسینؓ کو میرے پاس لے کر آنے کیلئے بھیجا تھا''!

بد بختِ زمانہ ''شمر ذی الجوشن'' کے اصرار پر اسی کو حسینؓ کو لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبیداللہ حسینی تجویز میں سے یزید سے ملنے والی تجویز کو پسند کیا تھا۔ عمر بن سعد کے خط پر عمل کرتے ہوئے صرف حسینؓ کو اپنے پاس لانے کے لئے بھیجا تھا۔ مگر شمر ذی الجوشن امام حسین سے اتنا متعصب تھا کہ عبیداللہ نے حسینی تجویز کے مطابق اسی کو لانے کے لئے اس لئے بھیجا کہ اس کا مشورہ بھی رہ جائے گا اور حسینؓ سامنے آ بھی جائیں گے تو براہ راست ان سے بات چیت کر کے یزید سے ملا دیں گے۔ اس طرح خط کے ذریعے عمر بن سعد کی صلح والی تجویز پر عمل ہو جائے گا اور امت مسلمہ میں فساد بھی نہ ہوگا''۔

ابن زیاد ''عمرو بن سعد'' کا جواب: عمرو بن سعد کا خط ابن زیاد کو جب ملا تو اس کو بھی حضرت امام حسینؓ کی تین تجویں پسند آئیں۔ مگر کہتے ہیں نا کہ ''تالاب کی ایک سڑی ومری مچھلی پورے تالاب کی مچھلی کو گندہ کر دیتی ہے''۔

اسی طرح ابن زیاد ''عبیداللہ'' کو بھی امام حسینؓ کی یہ تجویزیں پسند آ گئی تھیں۔ ان پر وہ عمل کرنا بھی چاہا۔ مگر حضرت امام حسینؓ کا ایک سخت مخالف، تعصب پرست شخص ''شمر ذی الجوشن'' شیطان گندہ انسان نے عبیداللہ کو اصرار کے ساتھ کہا کہ:

''آپ حسینؓ کو مہلت دینا چاہتے ہیں کہ وہ قوت حاصل کر کے پھر مقابلے پر آئیں۔ سن لیجئے! اگر وہ ابھی چھوٹ کر چلا گیا تو اور تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر کبھی ان پر قابو نہ پا کو گے۔ مجھے تو اس خط میں تمہارے فوجی دستہ کے سردار ''عمر بن سعد'' کی سازش لگتی ہے۔ کیوں کہ میں نے یہ سنا ہے کہ ''عمر بن سعد'' حسینؓ بن علیؓ سے راتوں کو مل کر باتیں بھی کرتے ہیں۔ (جبکہ آپ اس فوجی سربراہ کو آپ کے حکم کے مطابق حسین کو غیر مشروط طور پر آپ کے پاس آنے پر مجبور کرا چاہئے تھا''۔

اس طرح شمر ذی الجوشن شیطان نے ابن زیاد ''عبیداللہ'' کو حسینی تجویز پر عمل کرنے نہیں دیا۔

شمر کے معرفت ابن زیاد کا عمر بن سعد کے لئے دوسرا حکمنامہ :اس کے بعد خاندان بنو امیہ کا سب سے بڑا خیر خواہ اور خاندان ہاشمی قریشی خصوصا حضرت امام حسینؓ کا سب سے بڑا دشمن وحاسد ''عبید اللہ ابن زیاد'' شمر ذی الجوشن ہی کو اسی کے خیال ومشورہ کے مضمون والا خط دے کر اور اس کو یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ ''عمر بن سعد'' اگر تمہارے خیال کے مطابق عمل کرتے ہوئے حسینؓ کو میرے پاس لے کر نہ آئے تو عمرو بن سعد کو قتل کر کے اس قافلہ کا تم امیر ہو۔ اس لئے تم حسینؓ کو کسی چٹیل میدان میں روکو گے اور اسے میرے ہاتھ پر بیعت کرواؤ''۔

شمر اور عمرو بن سعد کی گفتگو اور شمر کی بد تمیزی و سختی : شمر ذی الجوشن خوش ہو کر فورا ''کربلا'' کے میدان تک پہنچ کر عمر بن سعد کو ابن زیاد ''عبیداللہ'' کا خط دیکھا کر بجائے عبیداللہ کے پاس حسینؓ کو لے کر آنے کے محض یزید کے نام پر بیعت لینے کے لئے بدتمیزی کے ساتھ سختی شروع کر دی۔

''''شمر ذی الجوشن'' کے خط دیکھانے پر ''عمرو بن سعد'' اور ''شمر ذی الجوشن'' میں مباحثہ ہوا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ''ابن زیاد عبیداللہ'' کو اسی شخص نے دماغ خراب کی ہے۔ اس لئے عمرو بن سعد نے شمر کو بہت برا بھلا کہتے ہوئے کہا کہ:

''یزید'' کو تم نے ہی میرے مشورۂ خیر پر عمل کرنے نہیں دیا ہے۔''

جنگ کی تیاری :اس کے بعد چونکہ ابن زیاد ''عبیداللہ'' نے شمر کو عمرو بن سعد کے بارے میں ہدایت دی تھی کہ عمرو اگر بات نہ مانے تو اسے قتل کر کے امیر لشکر خود بن جانا''۔ اس لئے

عمرو نے مجبوراً اس نے شمر ذی الجوشن کی بات مان کر جنگ کی تیارری شروع کر دی۔

ابن زیاد کا پانی پر قبضہ کرنے کا حکم: تاریخ ابن خلدون رج ۲ رص: ۵۲۸ رکے مطابق ابن زیاد کے حکم سے عمرو بن سعد نے نہر رات پر پانچ سو فوجی تعینات کر دی۔ یہ لوگ فرات اور حسینی قافلہ کے بیچ حائل ہو گئے۔اس طرح عبید اللہ بن زیاد نے امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت اور افراد قافلے پر ۷رمحرم الحرام کے بعد پیاسے رہنے مجبور کر دیا۔تین دن گذرنے کے بعد اہل خانہ کے بچوں کو جب پیاس لگی تو حسین ابن علیؓ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کی نگرانی میں بیس مشکیزہ والے افراد کو پانی بھرنے کے لئے اور ۲۰ رسواروں کو حفاظت کے لئے بھیج کر یزیدیوں سے بچہ کیلئے پانی مانگا۔ پانی بھر کر واپس ہوئے تو ظالموں نے حملہ کر دی۔ پھر پانی کم گیا تو ظالموں نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دی۔ پانی روکنے کی وجہ امام حسین کو مجبوراً جھکانا اور یزید کے نام پر بیعت کر لینے کیلئے مجبور کرنا تھا۔

۸ رویں محرم کو یعنی شہید ہونے سے تین دن پہلے عبداللہ ابن ابی حصین ازدی جو بنی بجلہ میں شمار ہوتا تھا۔ پکارا! اے حسین! پانی کی طرف دیکھو! کیسا آسمانی رنگ اس کا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ! تم پیاسے مر جاؤ گے۔ ایک قطرہ بھی تم کو نہ ملے گا''۔

حسین بن علیؓ کی بد دعا اور اس کا اثر: حضرت امام حسین ابن علیؓ نے یہ سن کر اپنے رب سے کہا:

''خداوندا! اس شخص کو پیاس کی ایذا دے کر قتل کر اور کبھی اس کی مغفرت نہ ہو!''۔

اس دعا کو اللہ تعالی نے قبولیت سے نوازا۔ جس کا ثبوت حمید بن مسلم کی شہادت ہے کہ وہ جب ''عبداللہ بن ابی حصین ازدی'' کے بیمار ہونے کے وقت عیادت کیلئے گیا تو وہ حالت مرض میں ''پانی پیتا تھا اور کہتا تھا ''پیاس پیاس''! پھر قے کرتا پھر پانی پیتا پھر کہتا تھا پیاس پیاس! پھر بھی پیاس نہیں بجھتی تھی۔ یہی حالت اس کی رہی اور اخیر میں پیاسا ہی مر گیا''۔

شاعر نے اس پیاس کی حالت کو اس طرح شعر میں نقشہ کھینچا ہے رع:

خدا جانے کیسی ہے یہ میزبانی
بہتر پیاسوں کا ہے بند پانی

مقدر میں ہے حوض کوثر کا پینا
میں پیا سا نہیں ہوں پلایا گیا ہوں

''عبداللہ بن ابی حصین ازدی'' کے پیاسے حالت میں مر جانیکے بعد بھی اور علی اصغر کم سن بچے کے منہ میں پانی کے قطرہ کے بجائے نیزے سے خون کے قطرہ کے پینے سے موت ہو جانے کے بعد بھی حضرت امام حسینؓ نے دین اسلام کی روح کو مجروح ہونے نہیں دی، اور غیر شرعی طور پر بیعت لینے والوں کے سامنے سرنگوں نہیں کیا۔ اگر چہ تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ میدان کربلا میں آپ نے عباس ابن علیؓ کو تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لینے کو بھیجا۔ اگر چہ ابن زیادی قافلہ والوں نے مزاحمت کیں مگر بڑی دشواری ہی سے سہی لیکن پانی لے کر حسینؓ کے پاس پہنچادیا۔ وقت بہت ہی تکلیف سے گذرتا رہا۔

حضرت عباسؓ سے حضرت امام حسین کی بات اور حسینؓ کا جواب: ۱۰رمحرم کی شب میں ''عمر بن سعد'' نے چند لوگوں کے ساتھ حضرت امام حسینؓ کے خیمہ کے پاس گئے۔ وہاں حضرت سیدنا عباسؓ بیس سواروں کے ہمراہ ملے۔ حضرت ابن عباسؓ نے عمر و بن سعد سے آنے کا مقصد دریافت کی۔ عمر بن سعد نے کہا کہ'' آپ لوگ ہتھیار ڈال دیجئے! یا پھر جنگ کیلئے تیار ہو جائیے''۔

حضرت عباسؓ نے حضرت امام حسینؓ کو نویں دن گذار کر دسویں محرم کی شب خیمہ میں جا کر عمرو بن سعدؓ کی خبر سنائی۔ حضرت امام حسینؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ:

> آج کی رات ٹال دو اور انہیں یہ کہو کہ'' آج رات مہلت دے دو، تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کرلوں''!

ابن سعد کی طرف سے مہلت :ابن زیاد''عبیداللہ'' یزید بن معاویہؓ کا بھتیجہ اپنے لشکریوں اور خصوصا شیطان شمر ذی الجوشن سے مشورہ کر کے حضرت امام حسینؓ کو ایک رات کی مہلت والی بات مان لی۔

امام حسینؓ کی کربلا میں دسویں محرم کی شب گذاری

عمر و بن سعد ابن زیادی فوج کے آدمیوں کے چلے جانے کے بعد حضرت امام حسینؓ نے ۱۰ر محرم الحرام ۶۰رہجری مطابق ۱۰راکتوبر ۶۸۰ء جمعہ کی شب اپنے قافلے کو جمع کر کے خطاب فرمایا اور کہا کہ:

> ''یہ لوگ مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں۔ تم لوگ رات کی تاریکی میں یہاں سے نکل جاؤ۔ دشمن تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔

احباب حسینؓ نے ساتھ نہیں چھوڑا : ذلیل ہو کر عمل کرنا حضرت امام حسینؓ کے لئے بالکل حرام تھا۔اس لئے مجبوراً حضرت امام حسینؓ نے جنگ کو منتخب کرتے ہوئے اپنے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ:

''تم لوگ چلے جاؤ!ان لوگوں کو ہماری ضرورت ہے۔ یہ مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں''

حضرت امام حسینؓ کے اس فرمان پر تمامی احباب ورشتے داروں نے آپؓ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور گھر جانے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہم ساتھ لڑیں گے۔ساتھ ہی جئیں گے''۔

حضرت زینبؓ کی بے ہوشی :حضرت زینبؓ حضرت امام حسینؓ کے شہید کر دینے کی خبر سن کر بے ہوش ہو گئیں۔آپؓ نے حضرت زینب بہن کو صبر دلایا۔

میدان کربلامیں رسول اللہ ﷺ کی بشارت: میدان کربلا میں ۹/ نومبر ۶۰/ہجری کو شام عصر بعد آپ تلوار پر ٹیک لگائے بیٹھے محو خواب تھے کہ اچانک شور و ہنگامے کی آواز سن کر آپ کی بہن حضرت زینب خیمہ سے باہر آ کر پوچھی کہ! بھائی! آپؓ نے سنا! کوئی شور کی آواز آ رہی ہے۔حضرت حسین ابن علیؓ خواب سے بیدار ہوئے اور کہا: اچھا! مگر میں محو خواب تھا اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ'' تم ہمارے پاس آ جاؤ گے''۔بہن نے یہ سن کر افسوس کرتے ہوئے منہ کو پیٹ لی۔آپ نے فرمایا بہن! خدا تم پر رحم کرے۔چپ رہو!

اچانک آنکھ لگ گئی اور خواب میں رسول مقبول ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں'' اس کے بعد رات گذری۔دسویں کی صبح کو''مسلم بن عوسجہ'' نے حسین ابن علیؓ یزیدی قافلے پر تیر برسانے کی اجازت مانگی!حسینؓ نے جنگ میں پہل کرنے سے منع فرمایا۔اتنے اہل حرم خیمہ میں رونے لگے۔

اھل بیت اور اپنے قافلہ میں حسینؓ کا خطبہ : پھر آپؓ نے حمد وثنا کے بعد لوگوں کے سامنے تاریخی خطبہ دیا کہ:

''تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں۔رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔اسمیں تم سبھوں کو جہاں خوشی ہو۔ چلے جاؤ۔میری طرف سے تم پر کو یہ الزام نہیں! یہ لوگ صرف میرے قتل کے درپے ہیں۔مجھے جب قتل کر دیں گے تو پھر کسی طرف متوجہ نہیں ہوں گے''۔

امام عالی مقام حسین بن علیؓ کی تقریر سن کر تمام قافلہ والوں اور اہل بیت میں سے حضرت ابن عباسؓ، دوسرے بھائی، بیٹے اور بھانجے سبھوں نے بیک زبان کہا کہ:

''کیا ہم اس لئے چلے جائیں کہ آپؓ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں ایسے برے دن نہ دکھائے''۔

پھر امام عالی مقام حسین بن علیؓ نے کہا کہ:

''اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل ہو جانا تمہارے لئے کافی ہے۔ تم سب چلے جاؤ۔ میں اجازت دیتا ہوں''۔

لیکن سبھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ: خدا کی قسم! یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ ہم سب آپ کے دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ اپنی جانیں اُپ پر قربان کر دیں گے۔ خدائے تعالیٰ ہمیں وہ زندگی نصیب فرمائے، جو آپؓ کے بعد ہو! آمین!

کربلا کی شب گذاری: تمام ساتھیوں کا جب ساتھ رہنا اتفاق ہو گیا تو پھر بڑی مشقت سے وقت اور رات گذری! کیوں کہ گرمی کا موسم تھا۔ صحرائی میدانی علاقے میں دور دور تک کوئی سایہ بھی نہ تھا! پانی پر بھی دشمنوں کا قبضہ ہو ہی چکا تھا۔ سب کے سب توبہ واستغفار میں مصروف رہے۔ ساتھ ہی خیموں کے پشت پر خندق کھود کر لکڑیاں بھر دیں تا کہ جنگ کے وقت اس میں آگ لگا دی جائے تو دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

۱۰ رمحرم کو حادثۂ شہادتِ حسینؓ

۱۰ رمحرم الحرام کی شب گذری۔ دسویں محرم الحرام ۶۱ رہجری مطابق ۲۸ راکتوبر ۶۸۱ء کی نماز صبح نمودار ہوئی۔ فجر کی نماز کے بعد یزیدی فوج کی طرف سے مجبوراً ''عمرو بن سعد'' نے اپنی فوج لیکر خیمہ سے نکل کر تقریباً پینتالیس ہزار فوج کو لے کر جنگ کیلئے صف کی تیاری کی۔ حالانکہ نواسۂ رسول ﷺ پر جان نچھاور کرنے کے لئے عمرو بن سعد ابن زیاد کی مخالفت کر کے حسینی جماعت میں شامل ہو کر شمر کے خلاف ہو سکتا تھا۔ مگر ایمان کی کمی اور دنیا حاصل کرنے اور اس میں تا دیر جینے کی حرص نے اسے بھی اندھا کر کے جنگ کے لئے صفیں درست کرنے لگا۔

حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھی لوگ تین دنوں سے بھوکے پیاسے رہنے کے باوجود ہمت وتوانائی کے ساتھ اپنی جماعت کی بھی صفیں درست کیں۔ دوسری طرف امام حسینؓ کے ساتھ

مکہ سے پانچ سو افراد فوج جو چلے تھے، اس میں سے صرف ۳۲ر سوار، ۴۰ر پیادے کل ۷۲ر افراد خانہ اور اخص الخواص رشتے دار تھے۔ ان میں ۷۵ر یا ۸۰ر مرد اور اسی میں ۶ر ماہ سے ۱۳ر سال تک کے بچے بھی شامل تھے۔ باقی واپس ہو چکے تھے۔ جنگ کے لئے صفیں جب دونوں طرف کی فوج کی درست ہو گئیں تو امام عالی مقام حضرت سید الکونین والثقلین ﷺ کے نواسہ حضرت حسینؓ نے ایک اونٹنی پر سوار ہو کر قرآن مجید کو ایک ہاتھ میں لئے بلا خوف وخطر تقریر کی!

امام حسینؓ کی جنگ کے دوران کربلا میں تقریر

اے لوگو! میری بات سن کر سمجھانے کا جو حق ہے وہ ادا کر لینے دو۔ جلدی نہ کرو۔ میری یہاں آنے کی وجہ بھی سن لو! اگر میری بات سن کر انصاف کرو گے تو تم لوگ خوش نصیب رہو گے۔ اگر انصاف نہ کرو گے تو تمہاری مرضی! تم سب مل کر جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو! میرے ساتھ جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو۔ کر لو! ویسے اللہ ہی کارساز ہے۔ نیک بنوں کے دلوں میں ہدایت بھی وہی دیتا ہے۔ تم لوگ میرے حسب ونسب پر غور کر کے دیکھو کہ ''میں کون ہوں؟''۔

اسی طرح اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ کر اپنے آپ کو ملامت کو کہ تمہیں میرا قتل کر دینا ، میری توہین کرنی کیا زیب دیتی ہے؟ کیا میں پورب سے پچھم تک پوری دنیا میں تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کا نواسہ اور انکے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کا بیٹا نہیں تمہارے سامنے موجود نہیں ہوں؟ جنہوں نے اللہ تعالی کے ہر حکم پر ہر وقت لبیک کہا اور اللہ کے رسول پر ایمان لائے ۔کیا سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ میرے والد کے چچا نہیں تھے؟ کیا جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تمہیں میرے اور میرے بھائی کے معلق رسول پر نور ﷺ کا قول'' کہ'' ہم دونوں جنت کے سردار ہوں گے'' یاد نہیں ہے؟ اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو پھر بتلاؤ! کہ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا کیسے درست ہے؟

آپؓ نے نام لے لے کر کہا! اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! کیا تم لوگوں نے ہی مجھے خط لکھ کر کوفہ کو بیعت کے لئے نہیں بلایا؟! ان لوگوں نے سفید جھوٹ بولا اور کہا کہ ''ہم لوگوں نے نہیں لکھا''۔ تب حضرت امام حسینؓ نے کہا: اچھا تو پھر مجھے چھوڑ دو۔ میں ایسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں!'' **حر** '' نے بھی ان کوفیوں سے عار دلا کر تقریر کی!

جنگ کی ابتدا

حسین بن علی کی تقریر کے دوران عمرو کا تیر پھینکنا :
حضرت امام حسینؓ کی ۱۰ ارویں محرم کو میدا کربلا میں پر مغز تقریر کا ان زیدیوں پر کچھ اثر نہ ہوا اور تقریر کے دوران ہی یزیدی لشکر کے سردار ''عمرو ابن سعد'' فوج کو آگے بڑھا کر اپنے غلام ''ذوید'' علمبردار کو بلا کر اپنی فوج کا جھنڈا قریب لا کر کمان میں تیر جوڑ کر حسینی لشکر کی طرف تیر پھینکا اور فوج سے کہا!

گواہ رہنا! سب سے پہلی تیر میں نے ہی مارا ہے''۔ اس کے بعد یزیدی فوج آگے بڑھنے لگی!۔

حضرت **امام حسینؓ کی رب سے دعاء** : جیسے ہی یزیدی فوج آگے بڑھی حضرت امام حسینؓ نے اللہ تعالی سے یوں دعا فرمائی :

''اے اللہ! ہر مصیبت و مشقت میں م یں نے صرف تجھ ہی پر اعتماد کیا ہے۔ ہر سختی میں تو ہی میری پشت پناہی کرنے والا ہے۔ ہمیشہ میں نے تجھ ہی سے مانگا ہے۔ تو نے ہی ہمیشہ میری دست گیری کی ہے۔ تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ احسان کرنے والا ہے۔ آج بھی میں تجھ ہی سے دست گیری و احسان کے لئے التجا کرتا ہوں''۔

اس کے بعد کوفیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے کوفیوں بتاؤ! تم مجھے کس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو؟ لیکن ان کوفیوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ آتا بھی کیسے؟ اکثر لوگ تو آپ کو، آپ کی حق تقریر کو حق ہی سمجھ رہے تھے! مگر ابن زیاد اور عمرو بن سعد کی سختی اور شمر کی بدتمیزی کے سبب دل مسوس کر اپنی جان کی حفاظت کی خاطر نواسہ رسول ﷺ کو دھوکہ دے رہے تھے۔

اس کے بعد کوفیوں کے سرداروں کا نام لے لے کر کہا:

جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کے پاس بیعت کرنے کے لئے خط لکھا

تھا۔لیکن ان دھوکہ بازوں نے ابن زیاد کے خوف سے صریح جھوٹ بولتے ہوئے خط کا بھی انکار کردیا۔

تب حضرت امام حسینؓ نے کہا:

''اے کوفیوں اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے ہو تو پھر میں واپس اپنے مقام پہ روانہ ہو جاتا ہوں۔ مجھے جانے دو۔ اس پر سرداران یزیدی نے کہا : نہیں! آپ خود کو ہمارے حوالے کردیں''۔

حضرت امام حسینؓ نے کہا:

''اے کوفیوں میں جیتے جی خود کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا''۔

بقول ایک شاعر : امام عالی مقام حسین بن علیؓ نے جواب دیا کہ:

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

حُر کا امام کے ساتھ ہو جانا: ان کوفیوں میں سے ایک وہ ''حر'' نامی شخص جس نے آپ کو حجاز کی طرف چلے جانے سے راستہ روکا تھا، آپ کی تقریر کا ذرا سا اثر ہوا۔ چنانچہ اس نے نادم ہو کر کہا:

اے امام عالی مقام!! میں نے آپ کو ان ظالموں کے حوالے کردیا''۔

اسی کشمکش کے دوران ''حر'' نے ابن سعد فوجی لشکر کے سردار اعلی سے پوچھا!

''تمہیں حضرت امام حسین کی تین تجاویز میں کوئی تجویز منظور نہیں ہے؟

ابن سعد نے جوابا کہا : ''میرا اختیار ہوتا تو فورا منظور کر لیتا! مگر اب بے بس ہوں!

ابن سعد کا یہ جواب سن کر ''حر'' یزیدی ابن زیاد'' کی فوج سے الگ ہو کر حضرت امام حسینؓ کے لشکر سے جا ملا، وران سے اپنے کئے پر معافی مانگی اور کہا کہ:

مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپؓ کے ساتھ یہ لوگ ایسا سلوک کریں گے۔ اب آپ کے میں اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہوں''۔

اس کے بعد مرنے تک ''حر'' امام حسینؓ کے ساتھ رہے۔

گھمسان کی لڑائی

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ میدان کربلا میں ۱۰رویں محرم الحرام کو خطبہ دے ہی رہے تھے کہ حضرت عباس بن علیؓ نے خبر دی کہ بھائی وہ لوگ آ پڑے! تب آپ اٹھ کھڑے ہوئے کہا! جاؤ گھوڑے پر سوار ہو۔ان سے مل کر پوچھو کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عباسؓ کوئی بیس سواروں کے ساتھ ان آنے والوں کے پاس جا کر آنے کا سبب پوچھا! ان لوگوں نے کہا! ہمیں حکم ملا ہے کہ یا تو حسین ابن علیؓ کا سر جھکا دیں یا پھر ان سے لڑ پڑیں''۔

عباسؓ نے ابی عبد اللہ الحسین سے جا کر یہ بات کہی۔ انہوں نے حسین ابن علیؓ کو یہ خبر پہنچا دی۔حضرت حسینؓ بن علیؓ نے تاریخ مملکت اسلام رص:۳۵۸ر و دیگر تاریخ اسلام کی روشنی میں حضرت زبیرؓ میمنہ پر، حضرت حبیب بن مطہر کو میسرہ پر مقرر کر کے حضرت عباس بن علیؓ یعنی اپنے ایک اور بھائی کے ہاتھ میں ''علم اسلام'' تھما کر اس زمانے کے جنگ کے طریقے کے مطابق جنگ شروع کی۔

دونوں طرف سے ایک ایک بہادر میدان کربلا میں آتے رہے اور جنگ ہوتی رہی۔اتنی زبرست جنگ ہوئی۔ چہار طرف سے حسینی قافلے پر یزیدی فوج ٹوٹ پڑے۔

کوفیوں کی طرف سے میدان جنگ میں سب سے پہلے ابن زیاد کا آزاد کردہ غلام ''یسار'' اور'' سالم'' آ کر حسینی گروہ سے مقابلے کے لئے للکارا۔اس کے جواب میں حبیب بنظاہر اور بریر بن حضیرؓ لڑنے کو کھڑے ہوئے تو امام نے انہیں روک دی۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمیر کلبی اپنی بیوی ام وہب کے ساتھ امام کی مدد کیلئے آگے بڑھ کر جنگ کے لئے اجازت طلب کی۔حضرت نے بنظر غائر دیکھ کر کہا جی چاہتا ہے تو جاؤ! مگر ان دونوں سے یزید جنگجو نے جنگ کرنے سے انکار کرتے ہوئے حبیب بن مظاہر سے ہی لڑنے کو للکارا۔لیکن ''یسار'' نے گالی دیتے ہوئے کہا! او فاحشہ کے بیٹے! تو مجھ سے لڑنے میں بے عزتی سمجھتا ہے اور پھر یسار یزیدی پر حملہ کر کے بس ایک ہی وار میں اسے ٹھنڈا کر دیا۔ پھر سالم یزیدی نے جھٹ حملہ کر دی۔جس سے عبداللہ حسینی کی انگلی کٹ گئی۔مگر پھر بھی داہنے ہاتھ سے حملہ کر کے سالم کو بھی انہوں نے غائب کر دی۔شوہر کی بہادری کو دیکھ کر ان

کی بیوی جوش میں آ کر ایک چوب اٹھا کر کہا میرے ماں اور باپ حسینؓ پر قربان آتے جاؤ اور لڑتے جا!

عبداللہ نے انہیں خیمہ میں بھیجنا چاہا! مگر وہ نہیں گئیں اور بولیں! میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ میں بھی تمہارے ساتھ جان دے دوں گی۔ مگر حسین کے کہنے پر وہ خیمہ میں چلی گئیں!

اس کے بعد ''بریرؓ'' کے مقابلے میں یزیدی کوفی فوج میں سے ''یزید بن معقل'' آ کر لڑا۔ مگر ''بریرؓ'' نے اس کے سر کو بھی دو ٹکڑے کر کے جہنم رسید کر دی۔ پھر ''رضی'' یزیدی آ کر لپٹ کر کشتی لڑ کے ان کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اس حالت میں کعب یزیدی نے دور کر ان کی پیٹھ میں نیزہ مار دی جس سے آپؓ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد حسینی گروہ سے ''حر'' نکل کر یزیدی فوج کو شیر غراں کی طرح ڈکارتے ہوئے للکارا تو یزیدی فوج سے انکے مقابلے میں ''یزید بن سفیان'' آ کر لڑا۔ ''حر'' نے ایک ہی وار میں اس کو سلا دی۔ حر کے بعد حسین کی طرف سے نافع ابن ہلال آگے بڑھے۔ ان کے مقابلے میں یزیدی فوج میں سے مزاحم بن حریث آ کر لڑا۔ نافع نے اس کو بھی غائب کر دی۔ اسی انداز میں یکے بعد دیگرے دونوں طرف سے فوج آتی رہی اور جنگ کرتی رہی۔ کوفیوں کی طرف سے ہر آنے والا جنگجو غائب ہوتا رہا۔ اب ابن زیادی فوج جنگ کرنے سے جی چرانے لگا۔

ھار کر یزید یوں کا یکبارگی حملہ: یہ صورت حال دیکھ کر ''عمرو بن حجاج'' یزیدی چلاتے، فرداً فرداً لڑنے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ ارے! اور خوف نہ کھاؤ! یہ کوئی شیر نہیں ہیں کہ تم کو پھاڑ دیں گے! البتہ یہ لوگ موت کو جان سے بھی عزیز رکھتے ہیں! ان کے مقابل میں ایک ایک کر کے ہرگز نہ جاؤ! بلکہ دستہ کے ساتھ جاؤ!

طبری کے بقول حضرت حسین بن علیؓ نے جواباً کہا کہ ''تو ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا ہے کہ ''ہم دین سے باہر ہو گئے ہیں! یاتو! خدا کی قسم اگر روح قبض کر لی جائیں، اور اسی حالت میں تم لوگ مرتے جاؤ! تو معلوم ہوگا کہ کون شخص دین سے باہر تھا''۔ لیکن عمرو بن حجاج نے جواب نہیں دیا اور دریائے فرات کی جانب سے اچانک یزیدی فوج کا ایک دستہ آپؓ کے میمنہ پر حملہ کر دی۔ اس گروہ کو ''مسلم بن عوسجہ ڈٹ کر کچھ دیر تک مقابلہ کر رہے تھے۔ آخر کار زخمی ہو کر گرے اور حسینؓ کے جان نثار ''مسلم بن عوسجہ'' شہید ہو گئے۔

اسکے بعد شمر ذی الجوشن شیطان بدبخت امام عالی مقام کے میسرہ پر ایک دستہ کے ساتھ حملہ آور ہو گیا۔ پھر چاروں طرف سے یزید دستوں نے امام حسینؓ کو گھیر لی اور یکلخت سب کے سب

ٹوٹ پڑے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ حسینی فوج کے ۹۰ رلوگوں نے بڑی جوان مردی سے پینتالیس ہزار فوج سے دن بھر مقابلہ کیا۔ جن میں سوار جنگجو صرف بتیس تھے۔ حسینی جنگجوؤں نے میدان کربلا میں ابن زیادی فوج کا صف ماتم بچھادی۔ ابن زیادی لشکر تتر بتر ہوکر ادھرادھر بھاگنے لگے۔ لڑائی کا عنوان بگڑتے دیکھ کر خوف کے مارے کوفی لشکر کے سردار ''عزرہ بن قیس'' نے عمرو بن سعد کو کہلا بھیجا کہ حسینی چندافرادوں نے مل کر ابن زیادی فوج کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔

اگر جنگ کا یہی عنوان رہا تو سارے فوجی بھاگ جائیں گے۔ اس لئے تیراندازوں کو بڑھ کر یکبارگی حملہ کرنے کے ل ئے اجازت دیجئے! تب عمرو بن سعد نے ''شبت ربعی کو براہ راست امام حسینؓ پر تیر برسانے کے لئے حکم دی۔ لیکن اس نے حضرت حسینؓ پر تیر برسانے سے انکار کردی۔ تب بد بخت حصین بن نمیر قریب آکر تیر برسانا شروع کردی۔ اس وجہ سے تھوڑی ہی دیر میں آپؓ کے سواروں کے گھوڑے زخمی ہوہوکر گرگ۔ حُر کا گھوڑا بھی اسی میں مرگیا۔ تب ''حراور حسینؓ سمیت'' کل سپاہی پیادہ پالڑنے لگے۔ دوپہر تک بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ عمرو بن سعد نے حسینی خیموں پر بھی حملہ کردی۔ خیمہ کی حفاظتک ے لئے حسینی گروہ کے چارافراد حفاظت کرتے رہے، جو ابن زیادی فوج آتی سب واصل جہنم ہوتے رہے۔

اسکے بعد بد بخت شمر ذی الجوشن نے کہا کہ ''مجھے جہنم ہی میں جلنا نصیب اگر میں اس کے خیمے کو نہ گرادوں''! عورتیں خیمہ سے چلا کر نکلیں۔ حسین بن علیؓ نے انہیں ڈانٹ کر شمر سے کہا ''اللہ تجھے یقینی طور پر جلائے۔ تو میرے اس خیمے کو جلائے گا جس میں میرے اہل بیت ہیں''۔ شمر ذی الجوشن ''بغیر جواب دیئے آگے بڑھا۔ حالانکہ شبت ربعی نے اس کو اس فعل سے روکا۔ مگر بد بخت خیمہ میں آگ لگانے کے لئے برابر بڑھتا رہا۔ اسی بیچ حسینی گروہ سے ''زہیر بن القین'' نے اس پر حملہ کردی۔ جس سے اس کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور شمر واپس ہوگیا۔ نماز ظہر کا بھی وقت ہوگیا۔ حسینؓ بن علی کی حفاظتی ابوثمامہ صائدی'' تھے۔ یہ آپ کی حفاظت میں آپ ہی کے قریب شہید ہونا چاہتا تھا۔ آپ نے ''ابن یزیدی'' فوج میں سے شمر اور عمر کی طرف اشارہ کر کے نماز کے لئے کہا۔ حصین بن نمیر ابن زیادی نے کہا:

''نماز تیر قبول نہ کی جائے گی''۔

حبین بن مطہر حسینی نے کہا:

''کیوں سگ دنیا! تیرا کیا خیال ہے! کیا تیری نماز قبول ہو جائے گی! اور آل رسول ﷺ کی نماز قبول نہ ہوگی!

حصین بن نمیر نے طیش میں آ کر حبیب کی طرف گھوڑا بڑھایا۔ حبیب نے تلوار چلا کر اس کے گھوڑے کو گرا دی۔ حصین گرا تو ضرور مگر اس کے ساتھیوں نے بچا لیا۔ پھر حبیب مردانگی سے لڑنے لگے۔ ''بنی تمیم'' کے ایک ''بدیل بن صریم'' نامی شخص نے ''حبیبؓ'' کو قتل کر دی۔ اس کے بعد ''حر'' بھی شہید ہو گیا۔

سب سے پہلے حسینی فرد جو شہید ہوئے وہ'' تاریخ طبری کے بقول ''مسلم بن عوسجہ اسدی'' انصاری ہی شہید ہوئے۔ اسکے بعد حضرت امام حسینؓ کی طرف سے تمام انصار قتل ہوتے چلے گئے۔ سترہ اٹھارہ اہل بیت میں سے بھی شہید ہو گئے۔ اہل بیت میں سے سب سے پہلے شہید ہونے والے اولادِ ابو طالب میں سے'' علی اکبر ابن حسینؓ'' تھے۔ والدہ ''لیلی بنت اومرہ ثقفی'' تھیں۔ ایک تیر حضرت امام حسینؓ کے گود میں تھا، اس کو بھی تیر لگی، جس کے خون آپ پوچھتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کہ! حداوندا! ہمارا اور ان لوگوں کا تو انصاف کر۔ انہوں نے نصرت کرنے کیلئے ہمیں بلایا اور ہم لوگوں کو قتل کیا۔

اس کے بعد آپؓ نے ایک چادر منگائی۔ اسے پھاڑ کر گلے میں پہن کر تلوار لے کر نکل کر ابن زیادی فوج سے جنگ میں بڑی بہادری کے سات لڑتے بہتوں کو قتل کرتے شام تک بڑی جوان مردی کے ساتھ لڑتے اور مارتے رہے۔

تاریخ اور میدان کربلا کی مٹی گواہ ہے کہ تمام اولاد عقیل حضرت جعفر بن عقیلؓ، عبداللہ بن مسلم، عبدالرحمٰن بن عقیل، فرزندان علی بن طالبؓ، عثمان بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن علیؓ، حضرت جعفر طیار بن علیؓ سبھوں نے مقابلہ کر کر کے جام شہادت نوش فرمالیں۔ امام عالی مقام کے چھوٹے فرزند'' علی اصغر'' شیر خوار بچہ پیاس اور دودھ کے لئے دھاڑیں مار مار کر ہاتھ پاؤں مار مار سوکھی زبان باہر نکال رہا تھا۔ اس کے لئے دشمنوں سے پانی طلب کرنے پر بجائے پانی کے ایک قطرہ دینے کے بدنصیب ذلیل وخوار شیطان بدبخت ازلی'' حرملہ بن کاہل'' یزیدی نے بچے کو ایسی تیر حلق میں ماری کہ خون سے پیاس بجھا کر تڑپ تڑپ کر جان دے کر جنت میں چلے گئے۔

کیا بد نصیب شخص تھا کافر یزیدی
لکھی تھی بد بخت کی قسمت میں بد نصیبی

زخمی جگر خبیثوں نے توڑا حسینؓ کا
بچہ بھی شیر خوار نہ چھوڑا حسینؓ کا

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

اس طرح چھوٹے بڑے تمام اہل بیت ایک ایک کر کے کرب و بلا میں گرفتار میدان کربلا میں شہید ہوتے گئے۔ مگر خود کو حسینؓ کے بغیر جینے کا چنداں شوق نہ کیا۔

بد بخت ''شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد بن امیر معاویہ بن سفیان'' کا ایک خط کربلا کی جانب لے کر جارہا تھا تبھی کوفہ کے ایک معتبر ترین شخصیت ''ام البنین کا بھتیجہ عبداللہ بن ابی محل اس خط کے لئے جاتے وقت موجود تھا۔ اس نے ابن زیاد سے کہا کہ ''ہمارے خاندان کی ایک لڑکی حسینؓ کے ساتھ ہے۔ آپ ان کے لئے امان لکدیں تو ابن زیاد نے ام البنین کے چاروں فرزندوں عباس، اور تینوں حضرات کے لئے امان لکھ بھیجی۔

اس امان نامہ کو بھی عبداللہ نے ابن زیاد کے معرفت بھیجا تھا۔ ان حضرات کو جب یہ امان نامہ ملا تو جواباً کہا کہ:

''مجھے ان کے امان کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی امان ہمارے لئے کافی ہے''۔

واضح رہے کہ ''شمر ذی الجوشن'' بھی ام البنین ہی کے خاندان کا آدمی تھا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ حضرت عالی مقامؓ کے سوتیلے بہنوئی تھا۔

کوئی بھی ہو۔ بہرحال! شمر نے سقر جانے کا کام کیا۔ مگر ان چاروں نے حسین بن علیؓ کے سفر کا ساتھی بن کر جان کی قربانی دے دی۔ اسی طرح ہاشمی خاندان سے حضرت حسن مجتبیٰؓ کے فرزند ارجمند حضرت قاسم بعمر ۱۸؍ جن کی شادی امام عالی مقام کی بیٹی سکینہ سے طے ہو چکی تھی۔ وہ بھی کربلا میں اپنے چچا کے نام پر قربان ہو گئے۔ حضرت عباسؓ آل حسین اور اہل بیت کی پیاسوں کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن ان کی پیاس بجھا نہ سکے اور خود بھی شہید ہو گئے۔ ''علی اکبر'' کو خود امام عالی مقام نے جنگ کے لئے ان کی خوشی پر تیار کر کے بھیجا۔ وہ بھی بہادری دکھا کر بالآخر نانا جان کے پاس پہنچ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

شہادت امام عالی مقام ''حسین بن علی'' ؓ: تاریخ گواہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ اب اکیلے بچ گئے تھے۔ تمام قافلہ کے فرزند اسلام شہادت کا جام پی چکے تھے۔ حضرت زین العابدینؒ اپنی بیماری ونقاہت کے سبب خیمہ ہی رہ جانے کے سبب بچے ورنہ باقی سب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ دسویں تاریخ کے اس سیاہ دن میں کل کائنات پر غم کا ماتم کرنے لگا تھا۔

تاریخ الخلفاء کے بیان کے مطابق اس دن سورج بھی گرہن میں آ گیا تھا۔تن تنہا امام عالی مقام ذی مرتبت نواسۂ رسول ﷺ اور جگر گوشہ بتولؓ حسین بن علیؓ میدان کربلا میںؓ دسویں کے اس گہن والے سیاہ دن میں اکیلے ایسے تلوار لئے عربی کے یہ رجز شعر/ع

اَنَـــا عَـــلِـــیٌّ بــنُ حُسیــنُ عـلــی
نَــحــنُ اَهــلُ البیـــتِ اَولــیٰ بِـا لـنَّبِــیِّ

پڑھتے ہوئے، دشمنوں پر بجلی طرح گرکر دھاڑتے ہوئے ''ذوالفقارِ حیدری'' تلوار کو اس طرح بہادری سے چمکاتے چلا رہے تھے کہ ان کے دائیں اور بائیں کے لوگ بکریوں کے بھاگنے کی طرح بھاگ رہے تھے۔آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے میدان کربلا میں تنہا اصلی اور صحیح جنگ کی ایک تاریخ رقم کرتے ہوئے، کتنے یزیدیوں کو جہنم رسید کر دی۔!!!

خطبات محرم کتاب میں مؤلف نے ص: ۴۲۵ / پر بجا لکھا ہے کہ ایک ''یزید ابطحی'' نامی شخص آگے بڑھ کر ''حیدر کرار، صاحب شمشیر ذولفقار'' کے فرزند ارجمند سے لڑنے کو آکر، اپنی جماعت میں سرخروئی حاصل کرنے کی غرض سے للکارا کہ:

''شام وعراق کے بہادران، کوشکن میں میری بہادری کا غلغلہ ہے۔ میں روم (اطالی/اٹلی) ومصر میں شہرۂ آفاق ہوں۔ بڑے بڑے بہادروں کو آنکھ جھپکتے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں۔ ساری دنیا کے لوگ میری شجاعت و بہادری کا لوہا مانتے ہیں اور میرے سامنے بھیڑ وبکری کی طرح بھاگتے ہیں کسی کی مجھ میں مقابلہ کی طاقت نہیں! آج تم میری داؤ پیچ کو دیکھو گے!

امام عالی مقام نے جواب دیا:

''تو مجھے جانتا نہیں۔ میں اپنی رگوں میں ہاشمی خون رکھتا ہوں۔فاتح خیبر ،شیر خدا علی مشکل کشاں (کرما للہ وجہہ صحیح ہے) کا شیر نر ہوں۔تم جیسے نامردوں کی میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں۔ میرے نزدیک مکھی، مچھر سے زیادہ تیری حیثیت نہیں''۔

شامی، کوفی نوجوانوں نے سن کر آگ بگولہ ہو کر فورا آپ علیہ الصلوہ والسلام پر تلوار سے وار کیا۔امام نے اس کے وار کو بے کار کرتے ہوئے، جھپٹ کر، ایسی تلوار ذوالفقار چلائی کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر دو ٹکڑے ہو کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔اس طرح کی تمام بکواس کا جواب دے کر ثابت کر دی کہ/ع

گرا فولاد کا ٹکڑا زمین پر سر نگوں ہو کر
تکبر بہ گیا زخموں کے رستے موج خون ہو کر

اس منظر کو دیکھ کر اس مقتول کے گروہ کا ایک شخص ''بدیل بن سہیل یمنی'' غصہ سے لال پیلا ہو کر ابن سعد سے کہا! تم نے گنواروں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دی ہے۔ پھر کہا!

میرے بیٹوں میں سے کسی کو اس کے مقابلے میں بھیج! پھر دیکھ!

چنانچہ ابن سعد نے بڑے بیٹے کو بھیجا۔ مگر ذوالفقاری تلوار بس ایک ہی لپجے میں، اس کو بھی جہنم رسید کر دی۔ اب ''بدر بن سہیل'' ابن زیادی، اب غصے سے مزید پیلا ہو کر خود مقابلے کو سامنے آیا۔ مگر شمشیر حیدری کی مثال نے، اس باپ کو بھی بیٹے سے ملا دیا اور کام تمام کر دی۔ فللہ الحمد والمنۃ!

حضرت امام حسینؓ کی تلوار کے سامنے کوئی رک نہیں رہا تھا۔ یزیدی فوج کے لوگوں میں سے سبھی انہیں خاندان وآل رسول ہونے کے سبب شہید کرنے سے کتراتے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ حضرت امام حسینؓ پیاس کی شدت سے پریشان ہو کر حلق میں ایک بوند پانی ڈال کر حلق خشک کرنے کی غرض سے دریائے فرات کی جانب بڑھے کہ اچانک ملعون زمانہ، بد بخت حصین بن نمیر منافق وغدار نے آپ کو ایک تیر مارا جو آپؓ کے منہ میں جا کر لگ گئی۔ آپ نے اس تیر کو نکال پھینکا اور خون پونچھتے ہوئے کہا ''یااللہ! میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں جو یہ لوگ تیرے نبی ﷺ کے نواسے حسین بن علیؓ کے اتھ کر رہے ہیں:

''اے اللہ! تو ان کی زیادتیوں کو دیکھ! پھر شمر ذی الجوشن دس آدمیوں کے قریب جنگجوؤں کو لے کر آپ کے خیمہ کی طرف بڑھا''۔

آپ نے فرات کی طرف مر کر ان کو روکتے ہوئے کہا کہ' تف ہے تم پر اگر تجھ میں دینداری نہیں ہے۔ نہ آخرت سے ڈرتا ہے، تو شرافت کیوں بھی کیوں چھوڑتا ہے؟ تو اپنے لشکریوں کو روک! اور ہمارے اہل وعیال کو ان کی بے ہودگیوں سے بچا'' لیکن کسی نے جواب نہ دیا! پھر آپ نے تلوار چلائی۔ شمر نے بھی اپنے فوجیوں کو کوللکار کہا کہ: ارے مائیں تم کو روئیں اسے قتل کر دو نا! تب چاروں طرف سے یکلخت حملہ ہوا۔ اس طرح رع:

وہ گل عذرار فاطمہ خاروں میں گھر گیا
تنہا علی کالال ہزاروں میں گھر گیا

اس گھیراؤ کے درمیان مشیت الٰہی کے سبب کمبخت شیطان (امام حسینؓ کے سوتیلے بہنوئی)

''شمر ذی الجوشن'' کے اُکسانے اور چڑھانے سے ''زرعہ بن شریک تمیم'' نے آپ پر وار کر کے قتل حسین کا بوجھ ہمیشہ کے لئے اپنے سر لے کر بد بخت بنا۔ آپ کے دائیں ہتھیلی پر تلوار لگ گئی۔ پھر سب ہٹ گئے۔ اس وقت آپ گرتے اور اٹھتے چلتے تلوار چلاتے رہے۔ پھر اسی حالت میں ایک بد بخت ''سنان بن انس نخعی'' نے ۱۰/محرم الحرام ۶۱/ہجری بروز جمعہ آپ کو برچھی ماری، جس سے آپ گر گئے۔ پھر آپؓ کو بد بخت ''شمر ذی الجوشن'' نے سر کے پیچھے کی طرف سے ذبح کر کے (کاٹ کر) ''سر'' کو ''خولی'' نامی شخص کو دے دی۔

تاریخ مسعودی/ج/۲/ص:۹۱ پر ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے وقت عمر/۵۵/یا ۵۹/برس تھی۔ بدن پر ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴/زخم تلوار کا تھا۔ آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار بد بخت ملون زمانہ زرعہ بن شریک تمیمی نے ماری، اور سنان ابن انس نحعی نے آپ کو نیز ہمارا۔ جس سے گھوڑے سے اتر کر اس نے آپ کا سر بھی کاٹ دی۔ یہی نہی! بلکہ آپؓ کے جسم کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند بھی دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

اس طرح:

کربلا والوں نے روشن کر دیا اسلامکو
شمعیں گل ہو تی گیئں اور روشنی بڑھتی گئی

یہ روشنی اس ''سر'' کے کٹنے سے تا قیامت عالم میں پھیلی جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے کہ:

جھکا تھا جو سر بارگاہ خدا میں
وہی سر قلم ہو گیا کربلا میں

لیکن! حضرت امام حسینؓ کا مبارک ''سر'' ان کے دھڑ سے جدا ہونے کے بعد بھی زبان حال سے یزیدیوں اور ان کے تا قیامت متبعین لوگوں کو سبق دے رہا تھا کہ:

شہادت کی منزل کو پایا ہے میں نے
میں مردہ نہیں ہوں جلایا گیا ہوں

بهادر حسینؓ بن علیؓ کے جسم پر زخم اور زین العابدینؓ کا بچاؤ: بروایت طبری حضرت امام حسین بن علیؓ کے بدن پر تیروں کے ۳۳/اور تلوار کے ۴۳ھ زخم تھے۔ آپ کو شہید کرنے کے بعد شمر ذی الجوشن بد بخت ازلی جہنمی منافق شیطان نے ''علی بن حسین یعنی کمسن بیٹے حضرت زین العابدین'' کو بھی قتل کرنا چاہا۔ مگر حمید بن مسلم نے کہا کہ تم لڑکوں کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ تب وہ رُک گیا۔

شہادت کے بعد کا حال

اس کے بعد حضرت امام عالی مقام حسین بن علیؓ کے لاش مبارک کو عمرو بن سعد کے حکم سے دس سواروں نے گھوڑوں کے ''سموں رکھونروں'' سے بھی پامال کروائی۔ اس جنگ میں آپ کی بیوی رباب بن امرء القیس، کلیبیہ کے آزاد کردہ غلام اور مرقع بن ثمامہ اسدی بچے۔ باقی آپؓ کے ۲۷ر آدمی ہمراہی میں سے اور مجروحین کے ۸۸ر آدمی سب ختم ہو گئے۔

حضرت امام عالی مقام حسین بن علیؓ کی شہادت کے بعد آپؓ کا لباس تک لٹ گیا۔ بحر ابن کعب نے آپ کا پاجامہ لیا۔ ''قیس ابن اشعث'' نے چادر لے لی۔ اسی وجہ سے وہ قیس قطیفہ مشہور ہو گیا۔ اسود نے نعلین اتار کر لے لی۔ بنی نہشل نے تلوار نکال لی۔ اس کے بعد وہ حبیب بن بدیل کے خاندان میں آ گئی۔ پھر زعفران اور پوشاک اونٹوں پر کو لوٹ لیں۔ پھر اہل حرم اور ان کے مال ومتاع تک کو لوٹ لئے۔ ایک بی بی کے سر مبارک سے چادر تک اتار لی۔ دوسرا، اُس وہ چھین کر لے جاتا تھا۔

مگر اکیلے اتنی بڑی تعداد والی فوج کے ساتھ آخر کتنا لڑتے! شام ہوتے ہوتے لڑتے لڑتے نڈھال ہو چکے تھے۔ اخیر میں بنی مذحج قبیلے کے ایک شخص ''شمر ذی الجوشن'' نے آپ کو شہید کر کے آپ کے اور تمام شہیدان حسینی کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھا کر ''ابن زیاد'' کے پاس انعام ملنے کی حرص سے لے یزیدی فوج لے گئی۔

یزید بدنصیب دارالامارت ''کوفہ'' میں امام عالی مقام کے مبارک ''سر'' کو ہاتھ میں اٹھا کر غور سے دیکھنے لگا۔ اس دوران امام عالی مقام کے سر سے خون کا ایک قطرہ ٹپک کر ابن زیاد کی ''قبا'' پر گرا۔ یہ خون ''تیزاب'' کی طرح قبا سے پار ہو کر جبہ و پیراہن کو جلاتا تکلیف دیتا ران تک پہنچا۔ پھر ران میں بھی سوراخ کرتا ہوا اس کی مسند تک پہنچ گیا۔ پھر مسند میں سے وہ خون گذر کر فرش پر گر گیا اور پھر زمین میں غائب ہو گیا۔ خون حسینؓ کے قطرہ سے ابن زیاد کی ران میں ہوئے سوراخ پر جو زخم ہوا۔ وہ اس کے مرتے دم تک رہا۔ لاکھ علاج کروانے کے بعد بھی ٹھیک نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس زخم سے بد بو آنے لگی بد بو چھپانے کے لئے یہ شخص نافہ مشکی ران پر باندھنے لگا۔ پھر بھی اس کے زخم سے بد بو آنا بند نہ ہوا۔ سامنے بیٹھنے والوں کو اس کی بد بو سے سر پھٹتا تھا۔ جس دن یہ بد بخت مرا تو اسی زخم سے وہ پہچانا گیا۔

اس کے بعد عمرو بن سعد مقتولوں کو جمع کر کے نماز جنازہ پڑھ کر اسی میدان میں دفن کر کے کوفہ

کوابن زیاد کے پاس کل قیدیوں اور بچے کھچے اہل بیت کو لے کر روانہ ہوگیا۔ بروایت طبری ترپن آمی اعوان وانصار کے اور اہل بیت میں سے ''حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت محمد بن ابوبکر ، پسران علیؓ، حضرت عبداللہ، پسران حسینؓ ابوبکر، قاسم پسران حسن عون محمد پسران عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پسران عقیل بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل ومحمد بن ابی سعید بن عقیل'' کل ستر ہ ''سر'' تھے۔

''ابن زیا'' نے حسینی اہل بیت قیدیوں کو بغیر محمل کے اونٹوں پر سوار کر کے، اور امام زین العابدینؓ کے ہاتھ اور پاؤں میں اور گردن میں زنجیر ڈال کر نیز امام حسینؓ کے سر مبارک کو نیزہ پر رکھ کر کوفہ کی تمام گلیوں اور کوچوں میں تشہیر کرا کرا گلے دن یعنی گیارہویں محرم الحرام کو ۶۱ رہجری کو سنیچر کے دن ہمراہیوں کے سروں کے ساتھ ''شمر ذی الجوشن'' کو ''زحر بن قیس'' کے ساتھ شام (دمشق) کو یزید کے پاس کو حسین بن علیؓ کے سر دے کر ایک دستہ فوج کے ساتھ یزید کے پاس دمشق بھیج دی۔

تاریخ طبری کی روایت کے مطابق بنی کندہ کا سردار ''قیس ابن اشعث'' تین ''سر'' لے کر آیا۔ بنی ہوازن ۲۰ ر''سر'' لے کر آیا۔ جس کا سردار ''کمبخت ''شمر ذی الجوشن'' تھا۔ بنی تمیم کے لوگ ۱۷ ر''سر'' لے کر آئے۔ بنی اسد کے لوگ ۶ ر''سر'' لے کر آئے۔ بنی مذحج کے لوگ ۷ ر''سر'' لے کر آئے۔ خولی کو حسین بن علیؓ کا قاتل سنان بن انس نے حسینؓ کا ''سر'' دیا۔ یہی ان کے سر کو یزید کے پاس لے آیا۔

قافلہ حسینی اور سر حسینؓ کی

آمد پر یزید کا شہر کو آراستہ کرنا :یزید بن امیر معاویہؓ کو جب معلوم ہوگیا کہ قافلہ حسینی قیدہ وکر سر حسینؓ کے ساتھ دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے شہر کو خوب آراستہ کیا۔ سبھوں کو خوشی منانے کے لئے حکم جاری کی۔ ایک صحابی رسول ﷺ حضرت سہلؓ تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے۔ شام کے دمشق شہر کو جب داخل ہوئے تو انہوں نے جب شہر کو آراستہ دیکھا اور خوشی کا ماحول اور باجہ بجتے دیکھا، سنا تو اس نے لوگوں سے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ اہل عراق نے حسین بن علیؓ کے سر کو یزید کے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ اسی وجہ سے اہل شہر کو خوشی منانے کے لئے یزید نے حکم جاری کی ہے۔ حضرت سہلؓ نے ایک آہ بھری اور پھر پوچھا کہ ''سر مبارک'' کس دروزے سے آرہا ہے؟ لوگوں نے کہا ''باب الساعۃ'' سے!

حضرت سہل تیزی سے اس طرف بڑھ کر کسی طرح اہل بیت تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ ایک چہرہ

انور حضور پر نور ﷺ کے مبارک چہرہ سے مشابہ ایک نیزہ پر چڑھا کر رکھا گیا ہے۔ سر مبارک کو دیکھ کر بہت زیادہ اور بے اختیار رونے لگے۔ اہل بیت میں سے ایک نے پوچھا کہ آپ ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ تو حضرت سہلؓ نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ فرمایا ''سکینہ بنت حسین! حضرت سہیلؓ نے فرمایا کہ آپؓ کے نانا جان حضرت محمد ﷺ کا صحابی ہوں۔۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔ حضرت سکینہ نے کہا ''ہمارے والد کے سر کو سب سے آگے کرادیجئے۔ تاکہ لوگ ادھر متوجہ ہوجائیں اور ہم سے دور رہیں۔ حضرت سہیلؓ نے چار سو درہم دے کر حضرت امام کے سر مبارک کو مستورات سے دور کرادیا۔

حسینؓ کے ''سر'' سے بد تمیزی: جس وقت شمر حسین ابن علیؓ کے سر کو لے کر یزید کے پاس پہنچا۔ یزید دربار سجا کر بیٹھا تھا۔ دربار عام میں حسین بن علیؓ اور دیگر تمام شہدائے اسلام کے سروں کو طشت میں رکھ کر یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت یزید کے پاس ''ابو برزہ اسلمی'' بیٹھا تھا۔ شمر نے حسینؓ کے مبارک سر کو یزید کے سامنے رکھ کر چھڑی سے آپؓ کے دہن کو کھٹکھٹا رہا تھا اور کسی شاعر کا یہ شعر پڑھ رہا تھا: ع ر

میرے اونٹوں کو سیم و زر سے لدا دے
میں نے بادشہ جلیل القدر کو قتل کیا

میں نے اسے قتل کیا جس کے ماں باپ بہترین خلق ہیں اور وہ نسب کے اعتبار سے خود بھی بہترین خلق ہے۔

جس وقت ابن زیاد عبید اللہ امام حسین کے طشت میں رکھے سر کو تلوار سے کھٹکھٹا رہا تھا۔ اس وقت وہاں پر ایک بوڑھے صحابی رسول ﷺ ''حضرت زید بن ارقمؓ'' اس گستاخی کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو اس ہونٹوں کو چومتے دیکھا ہے۔ پھر وہ زار و قطار رونے لگے۔

کم بخت و بد بخت ابن زیاد عبید اللہ نے انہیں غصہ کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''اگر تو بڈھا نہ ہوتا تو تیری گردن بھی ماردیتا''۔ حضرت زید یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے کہ ''غلام نے غلام کو حاکم بنادیا۔ جس نے سارے بندگان خدا کو اپنا خانہ زاد بنالیا۔ اے قوم عرب! آج سے تم سب غلام ہوگئے۔ تم نے فرزند رسول ﷺ کو قتل کیا۔ مرجانہ کے بیٹے کو حاکم بنالیا جو اچھوں کو قتل کرتا ہے اور

بروں کو غلام بنا رہا ہے۔ تم نے ذلت کو گوارا کر لی۔ جو ذلت کو گوا کرے اس پر
خدا کی مار ہو''۔

واللہ! ثم واللہ! حضرت امام عالی مقام اپنی قبر مبارک میں فرمان ربانی'' ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات'' کی دلیل سے زندہ ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے بھی کہا ہے۔ ع/

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

تاریخ میں دو طرح کی روایتیں ہیں۔ ایک روایت ہے کہ'' یزید'' امام حسینؓ کو اس حال میں دیکھ کر'' شمر'' کو بہت برا، بھلا کہا اور کہا کہ'' میں نے انہیں قتل کرنے کے لئے تو نہیں کہا تھا! بس صرف بیعت لینے کے لئے یا میرے پاس لانے کیلئے کہا تھا! تم نے قتل کیوں کر دی؟ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ یزید نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔

اہل بیت اور امام کا سر یزید کے دربار میں اور اس پر یزید کے محل میں تین دنوں تک نوحہ : تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یزید کے پاس سب سے پہلے خبر شہادت حسینؓ کی'' زحر بن قیس'' نے دی۔ اس خبر کو سن کر وہ آبدیدہ ہو گیا۔ پھر کہا کہ تم حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں زیادہ خوش ہوتا! خدا کی قسم حسینؓ کو معاف کر دیتا! حسینؓ پر خدا اپنی رحمت نازل کرے۔ جبکہ زحر نے انعام کی لالچ میں یہ خبر دی تھی۔ لیکن یزید نے اسے کچھ دیا نا ہی شمر اور دیگر لوگوں کو کچھ انعام دی۔

اس کے بعد اہل بیت جو قیدی بنا کر لے جائے گئے تھے۔ یزید نے اپنے محل میں بھیج دی۔ جہاں ان کے ساتھ تسلی کی فضول بات کی۔ تمام اہل بیت اس وقت روتے اور نوحہ کرتے رہے۔

ویسے تو اہل بیت کا نوحہ کرنا یقینی ہی ہے۔ وقتی طور پر ہونا بھی چاہئے۔ لیکن حضرت حسینؓ کی شہادت پر اہل بیت کے علاوہ تمام مخلوقات نے نوحہ کیا۔ تاریخ الخلفاء/ص: ۱۰۹/۱۱۰/ پر'' دلائل'' کتاب کے حوالے سے ابونعیم نے حضرت ام سلمہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حسینؓ پر جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے۔ اسی طرح'' ثعلب'' نے'' امالی'' نامی کتاب میں جناب کلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ کلبی فرما رہے تھے کہ میں نے کربلا میں جا کر ایک معزز عرب سے کہا کہ'' تم نے جنات کو نوحہ وزاری'' کرتے سنا ہے؟ تو اس نے کہا کہ'' تم جس جس سے چاہوں پوچھ لو۔ ہر ایک نے سنا ہے۔ میں پوچھا کیا انہوں نے کیا کہا؟ تو فرمایا انہیں مرثیہ پڑھتے سنا ہے''۔

مسجد میں جمع ہونے کا اعلان اور ایک راہب کا قبول اسلام

بہر حال شہات حسینؓ پر اہل بیت سمیت کل کائنات مع جنات نے یزیدی دربار میں نوحہ کی۔اس کے بعد یزید کی طرف سے اعلان ہوا کہ سب کے سب مسجد میں جمع ہو جائیں۔سب کے سب جمع ہو گئے تو ابن زیاد منبر پر کھڑے ہو کر اپنے تئیں خدا کا شکر ادا کیا۔یزید بن امیر معاویہؓ کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا۔بدمعاش نے حضرت امام حسینؓ کے بارے میں (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) کہا کہ ''کذاب بنکذاب حسین بن علیؓ اور ان کے گروہ کو شکست دے دی گئی۔ان کو ہلاک کر دیا گیا۔(معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ کم بخت پر تا قیامت لعنت ہو) !

حسین اور انکے والد علی کو جب اس ملعون نے کذاب کہا تو محبّ اہل بیت میں سے ایک دونوں آنکھوں سے معذور شخص ''حضرت عبداللہ بن عفیف از دی'' کو صبر نہ ہو سکا اور وہ بے تاب کھڑے ہو کر غضب سے کانپتے ہوئے فرمایا ''او ابن مرجانہ! تو ہی کذاب ابن کذاب ہے۔

ایک راہب کا قبول اسلام :ایک راہب کے بارے میں تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک شعر کے بارے میں راہب سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ کے زمانہ سے پانچ سو برس پہلے لکھا ہوا ہے۔راہب نے جب شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر چند بیبیوں اور بچوں کو بحالت اسیری دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔دریافت کرنے پر جب اس کو حسینؓ کا پورا حال معلوم ہوا تو کہا: معاذ اللہ! تم لوگ کتنے برے ہو کہ اپنے نبی کی اولاد کو قتل کئے ہو اور پھر ان کے بال بچوں کو قیدی بنائے ہو''۔

پھر راہب نے ان بدبختوں سے کہا کہ اگر رات بھر اپنے نبی کے نواسے کا سر ہمارے پاس رہنے دو تو ہم تمہیں دس ہزار درہم دیں گے۔وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے۔راہب نے رقم ادا کر کے حضرت کا مبارک سر لے کر اپنے مخصوص کمرہ میں لے جا کر سر انور اور مقدس زلفوں اور داڑھی کے بالوں پر جو گرد وغبار اور خون وغیرہ جمع ہوا تھا دھو دھا کر عطر لگا کر بڑی تعظیم وتکریم سے رکھ کر زیارت کرنے لگا۔خدا، اُس سے راضی ہوا۔اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھولدی۔راہب نے رونے لگا اور اس کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔اس نے دیکھا کہ سر اقدس سے آسمان تک ایک نور ہی نور چمک رہا ہے۔اس کرامت کو دیکھ کر اس نے صدق دل سے کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ کر مسلمان ہو گیا پھر صبح کو سر اقدس کو حوالے کر دی۔

امام حسینؓ کے سر سے روشنی : سانحۂ کربلا کے بعد ''خولی بن یزید اصبحی''، امام حسینؓ کا سر لے کر قصر امارت میں گیا۔لیکن دروازہ بند ہو چکا تھا۔اس وجہ سے وہ اپنے

گھر آ کر ایک سر میں ایک ٹب کے نیچے رکھ کر کمرے میں داخل ہو کر اپنے بستر میں گھس گیا۔

خولی کی بیوی ''نواز بنت مالک'' نے شوہر سے پوچھا کیا خبر ہے؟ تمہارے پاس کیا ہے؟ خولی بولا کہ تمہارے لئے زندگی بھر آسودگی کا سامان لایا ہوں۔ آج تمہارے گھر میں حسینؓ بن علیؓ کا ''سر'' ہے۔ بیوی سر پیٹتے بولنے لگی ''کمبخت! لوگ سونا چاندی لائے اور تو رسول مقبول ﷺ کی بیٹی کے بیٹے حسینؓ کا ''سر'' لے آیا۔ نہیں! واللہ! تیرا اور میرا ''سر'' ایک کمرے میں کبھی جمع نہیں ہوں گے''۔ بیوی کہتی ہے کہ میں اپنے بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔ دوسری بیوی ''اسدیہ'' تھی۔ اس نے پھر اس کو اپنے پاس بلا لیا۔ میں بیٹھی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ تب میں نے واللہ! دیکھا کہ آسمان سے اس ٹب تک مسلسل چمکتے نور کا ایک ستون سا بنا ہوا ہے اور میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے اس ٹب کے گرد پھڑ پھڑا رہے ہیں اور یہ منظر مسلسل تھا۔

یہ ایک غیبی تصدیق ہے کہ آپ کا موقف صحیح تھا۔ آپؓ مسئلہ خلافت میں نورانی ستون ہیں۔

اھل بیت کی مدینه کو روانگی : اس کے بعد ان سبھوں کو مدینہ منورہ روانہ کر دی۔ مدینہ منورہ روانہ کرنے سے پہلے یزید نے حضرت سیدہ زینب کی خدمت میں بطور نذرانہ مال و دولت پیش کا تو آپؓ نے لینے سے انکار کر دی۔ پھر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی نگرانی وحفاظت میں تین سو سپاہی کے ساتھ مدینہ منورہ کو بھیج دی۔

جب یہ لٹا سٹا قافلہ اہل بیت مدینہ پہنچے تو خاندان عبدالمطلب کی ایک بی بی بالوں کو بکھیرائے گوشہ دامن کو سر پہ رکھے ان کے استقبال کو روتی ہوئی نکلی جو کہ رہی تھی!

''لوگو! آخری امت ہو کر یہ کیا سلوک کیا میرے بعد میری عزت واہل بیعت سے۔ کیا جواب دو گے جب اپنے پیغمبر تم سے پوچھیں گے۔ کچھ لوگ ان میں سے قیدی ہیں۔ کچھ قتل کئے گئے خاک وخون میں آلودہ پڑے ہیں۔ میں نے جو تم کو ہدایت کی۔ اس کا عوض یہ نہ تھا کہ میرے خاندان سے میرے بعد تم برائی کرو!

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں حضرت زین العابدینؓ بیمار ہونے کے سبب بچ گئے۔ جن سے نسل حسینی آل رسول ﷺ ابھی تک جاری وساری ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ پیغمبر آحر الزماں ﷺ کا گھرانہ خود انہی کی امت کے ہاتھوں برباد ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

شاہ است حسین است باہ است حسین
دین ست حسین دین پناہ است حسین

سر دادند دوست در دوست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

امام حسینؓ کا مزار اقدس

امام حسین کے سر کے دفن کے بارے میں کئی روایتیں ہیں۔ حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب نے اپنی کتاب ''امام حسین اور واقعۂ کربلا'' کے ص/۵۲/ پر لکھا ہے کہ:

۱ : ابن کثیر/ج/۸/ص:۲۰۴/ پہ ہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین کا ''سر'' مدینہ کے والی عمرو بن سعید کے پاس بھیجا اور اس نے جنت البقیع میں آپؓ کی والدہ ماجدہ کے پاس اسے دفن کیا۔

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت عثمان بن عبدالرحمان سے کی ہیں اور عثمان نے محمد بن عمر بن صالح سے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

۲ : ابن ابی الدنیا کا بیان ہے کہ یزید بن معاویہؓ کی وفات تک آپؓ کے ''سر'' مبارک کو ''یزید'' نیا پنے شاہی خزانے میں محفوظ رکھا۔

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت عثمان بن عبدالرحمان سے کی ہیں اور عثمان نے محمد بن عمر بن صالح سے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

۳ : ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ''یزید'' ابن معاویہؓ نے امام عالی مقام حضرت حسینؓ بن علیؓ کا ''سر'' مبارک تین دنوں تک ''دمشق'' میں لٹکائے رکھا۔

منہال ابن عمرو سے روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس وقت دمشق کے بازار میں امام حسینؓ کے سر کو لے جایا رہا تھا اسوقت حضرت امام حسینؓ کے مبارک لب ہلے اور آپؓ نے آواز سے کہا'' میری شہادت اور میرے سر کو نیزے پر لے جانا'' اصحاف کہف کے قصہ سے بھی عجیب ہے۔ یہ کھلی کرامت ہے۔ بہر حال! امام حسین کے سر کو دمشق کے بازار میں تین دنوں تک لٹکا کر پھر خزانے میں رکھ دی۔ سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں اسے نکالا گیا تو محض ایک سفید ہڈی باقی رہ گئی تھی۔

جب یزید کی موت ہوگئی، اور تخت اسلامی پر عبدالملک تخت نشیں ں وا تو اس نے ''سر'' مبارک کو دمشق بھیجوادی۔ جہاں سر مبارک کو خوشبوؤں سے غسل دے کر، اور کفنا کر جنازہ پڑھ کر دمشق میں باب الفرادیس کے اندر دفن کیا گیا۔ (اللہ اس بادشاہ کی اس عمل کے سبب رحم فرمائے آمین!)

۴ : ایک روایت کے مطابق حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کو چالیس دنوں کے بعد جسم مبارک سے ملا کر کربلا ہی میں ہی دفن کر دیا گیا۔

۵ : ایک روایت یہ بھی ہے کہ جامع الازہر قاہرہ مصر کی قدیم عمارت کے شمالی دروازہ کے سامنے واقع ''مشہد عظیم''، مشہور بہ ''مشہد حسین'' میں دفن کیا گیا ہے۔

نوٹ :اس مشہد والے سر مبارک کی قبر پہ میری حاضری ہوئی ہے۔ یہاں دروازہ سے گھستے ہی دائیں طرف یہ مزار ہے۔ زائرین آتے ہیں اور فاتحہ و دعائیں کرتے رہتے ہیں۔نہایت خوبصورت، جالی دار اور مبارک جگہ ہے۔ بفضلہ تعالی اس مشہد کی مسجد میں میں نے قافلہ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کر کے سر مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

حسین ابن علیؓ کے جسم مبارک کا مدفن:جسم حسینؓ کے متعلق اختلاف ہے۔ باتفاق رائے کل مؤرخین حسین بن علیؓ کے جسم مبارک ''نہر کربلا'' کے پاس ''طف'' نامی جگہ پہ دفن ہے۔

ابتداء میں امام حسینؓ کی قبر مبارک نشیب میں تھی۔ جس کے گرد کچھ اونچے ٹیلے تھے۔ اسی سبب سے اس جگہ کو شروع میں ''الحائر'' نام سے جانا گیا۔ ۶۵ ہجری میں ابو اسحاق مختار بن ابی عبید الثقفی نے بنو امیہ کے خلاف جو بغاوت کی تو مزار امام پر ایک چھوٹی سی عمارت بنادی۔ جس کا ایک دروازہ مشرق طرف تھا اور ایک مغرب طرف تھا۔ ایک مسجد کی بھی یہاں تعمیر کی گئی۔ اس سے پہلے اس جگہ پر بیری کا ایک درخت تھا۔ جسے باقی رکھا گیا۔ اس عمارت اور درخت کو بادشاہ ہارون رشید نے ختم کروادی۔ مامون الرشید نے اپنے دور میں دوبارہ عمارت بنوائی۔ پھر متوکل نے اپنے دور میں اسے گرادی۔ پھر المنتصر باللہ نے اپنے دور میں نئے سرے سے روضہ بنوایا۔ راستے میں نشان راہ نصب کی۔ پھر ہر دور کے بادشاہوں نے روضے کی تعمیر و توسیع اور زیبائش کرتے رہے۔

تحفۃ النظائر کتاب کے بقول ۷۲۶ھ موافق ۱۳۲۶ء میں مشہور سیاح ابن بطوطہ یہاں سیر کو آیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ ایک چھوٹا شہر کھجور کے باغوں سے گھرا ہوا ہے۔ فرات کا پانی زمین کو سیراب کرتا ہے۔ وسط شہر میں روضہ مبارک ہے۔ اس میں ایک بڑا مدرسہ ہے۔ اہل نشست کا زاویہ ہے۔ جہاں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ دربان کی اجازت کے بغیر اندر نہیں جایا جاتا ہے۔ آستانہ مقدس کا دروازہ چاندی کا ہے۔ ضریح پر سونے اور چاندی کی قندیلیں آویزاں ہیں۔ دروازوں پر ریشم کے پردے ہیں۔ ۱۸ر ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۲ء میں نجدیوں نے کربلا پر حملہ کر کے شہر میں قتل و غارت کر کے روضے کو بھی لوٹ کر اسباب سب لے گئے۔

سرزمین کربلا کی تاریخی حیثیت

کربلا کی وجہ تسمیہ:''کربلا'' لفظ''کربلا'' بابلی آشوری زبان کا ایک لغت ہے۔ یہ دو آشوری لفظ''کرب'' اور ایل، یار یا ایلو'' سے مل کر بنا ہوا ہے۔ اس کا معنی'' حرم اللہ'' ہے۔ اسی طرح بابلی زبان میں''کربلا'' کا معنی''قُرْبَ الالٰہ'' بھی ہے۔ جس کا معنی اردو میں'' معبود قریب ہوا''۔ کے ہے۔

اس معنی سے لگتا ہے کہ''کربلا'' میں اس زمانے میں آشوری قوم کی کوئی عبادت گاہ تھی۔ جس کی مناسبت سے وہ اس قریے کو''کربلا'' کہنے لگے۔ یاد رہے کہ''ایل'' کا سریانی زبان میں بھی'' ''اللہ'' کے ہے۔ جیسے اسرائیل، جبرئیل'' مستعمل ہیں۔ یاقوت الحموی کے بقول''الکربلۃ رخاۃ فی القدمین'' کے معنی میں یعنی جگہ کی نرمی'' کے ہے۔ اس معنی کر ہوسکتا ہے کہ یہ جگہ سنگ ریزوں اور جھاڑیوں سے خالی ہونے کے سبب''کربلا'' سے مشہور ہوگیا ہو۔

ایک اور وجہ لغت کے اعتبار سے پیش کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ عربی شعروں میں کربلا کا لفظ قدیم عرب شاعروں نے کی ہیں۔ جیسے ایک شعر ہے رع:

یحملن حمراء رسوبا للثقل
قد غربلت و کربلت من القصل

ترجمہ : وہ عورتیں ایسی عمدہ اور فریش و بھاری گیہوں اٹھائے ہوئی ہیں جو چھانی پھٹکی اور بھوسے سے بالکل صاف کی ہوئی ہے''۔

اس شعر میں''کربلت'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی دنا یعنی''قریب'' ہونے کے معنی میں ہے۔ کرب کے بعد جو''لاء'' کا لفظ اس سے جڑا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں عربی لغت دان نے احتمال کیا ہے کہ اس کا معنی ہوسکتا ہے کہ''لوا بمعنی پرچم رجھنڈے'' کی بگڑی شکل ہو۔ جس کا معنی''پرچم جو ہوتا ہے وہ عزت وعظمت کا نشان ہوتا ہے''۔ اس معنی سے''کربلا'' کا معنی ہوا'' وہ جگہ جہاں عزت وعظمت طلبگار سے قریب آپہنچتی ہو'' کے ہے۔

اس معنی کر اس جگہ پر امام حسینؓ کو شہادت کا درجہ مل کر دارین میں عزت وشرافت اور عظمت حاصل ہوچکی۔

ایک اور معنی ''کربلا'' کے یوں کیا گیا ہے کہ ''کربلا'' اصل میں کاربیلا'' تھا۔آرامی اور آستوری زبان میں اس کا معنی ''ملانے والا'' کے ہے۔ چونکہ یہ جگہ چٹانی اور ریتیلی زمین کے عین سنگم پہ واقع ہے۔اسی نسبت سے اس جگہ کو'' کاربیلا'' کہنے لگے۔ یہی لفظ کثرت استعمال سے ''کربلا''،مستعمل ہونے لگا۔

آرامی اور آستوری زبان میں ''کربلا'' اوڑھنی اور سر چھپانے والے کپڑے'' کے معنی میں مستعمل ہے۔جس سے پردہ کیا جاتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ امام حسینؓ کو اللہ تعالی نے اس جگہ پر شہادت عطا کر کے اپنی رحمت کے پردے میں چھپالی۔اس نسبت سے اس جگہ کو کربلا کہا جانے لگا۔

عراق کے مختلف قریوں کے نام میں عمو مالفظ'' کر'' کا استعمال ہوا ہے۔جیسے'' کرکوک، کرخ'' وغیرہ۔ بائیبل میں بھی شاہ بابل بنوکدرضر نے شاہ مصر فرعون ''نکوہ'' کو جس جگہ شکست دی تھی۔اس قریہ کا نام'' کرکمیس''استعمال کیا گیا ہے۔

''وہبی'' کی تحقیق میں آشوری زبان میں ''کر''اور'' کار'' کا معنی'' قلعہ یا چہار دیواری سے گھرا ہوا'' قریہ'' کے ہے۔اسی طرح ''کر'' سے ملا ہوا لفظ''بلاء'' کا معنی آشوری زبان میں '' ٹیلے'' کے ہیں۔چونکہ یہ جگہ اونچے اونچے ٹیلے تھے۔اس نسبت سے اس جگہ کو'' کربلاء'' کہا جانے لگا۔

ایک اور وجہ تسمیہ یہ پیش کی گئی ہے کہ مشرق سے جنوب تک پھیلے ہوئے ٹیلوں کی مناسبت سے اسے'' کربلا'' کہا جانے لگا۔

ایک معنی کربلا کا آشوری زبان میں '' دریا کے کنارے والے علاقے'' کے بھی ہے۔چونکہ یہ جگہ دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔اس نسبت سے اسی معنی میں ہماری زبان میں بھی ''کربلا''یعنی درائے فرات کے کنارے واقع والی جگہ کے استعمال ہونے لگا۔

علاوہ ازیں اردو میں ''کرب'' اور'' بلا'' دولفظوں سے مرکب مستعمل ہے۔''کرب''،معنی تکلیف، چیخ و پکار کے ہے اور بلا معنی مصیبت کے ہے۔ چونکہ اس میدان میں حسینی قافلہ کے ساتھ مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا تھا اور سبھوں نے چیخ و پکار کی تھیں۔اس ماحول کی نسبت سے اس جگہ کا نام'' کربلا''،مشہور ہوگیا۔

بهـــر كيف !کربلا کی وجہ تسمیہ مختلف کی گئی ہیں۔جس وجہ سے بھی'' کربلا'' کو'' کربلا'' کہا جانے لگا ہو۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت امام حسینؓ کو'' کرب و بلا'' اور مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔

کربلا کا محل وقوع: کربلا کی تاریخ بہت قدیم ہے۔یہ بغداد کے جنوب مغرب میں ۱۰۵ رکلومیٹر دور ۱:۴۰ ڈگری طول بلد پر شرقا اور ۳۲:۳۷ ڈگری عرض بلد پر شمالا واقع ہے۔فطرتا یہ عراق کی ریتیلی اور چٹانی سرزمین کا سنگم ہے۔

قدیم تاریخ: اس شہر کی تاریخ بابلی زمانے سے ہے۔ اہل بابل سرزمین دجلہ وفرات کے مختلف شہروں اور قصبوں میں آباد تھے۔ مؤرخین کے بقول کربلا انہی قدیم دجلہ وفرات کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ اس کے قدیم نام ''عمورا، صفورا، نواویس، نینوی، غاضریہ، اور کربلا'' وغیرہ ہیں۔ یہ نام دلیل ہیں کہ یہ شہر عبادت وریاضت کا کبھی مرکز رہا ہے۔

آثار قدیمہ کی کھدائی سے ملی چیزوں کی دلیل سے یہ عہد مسیحی سے بھی پہلے آباد جگہ ہے۔ کربلا سے چندم یل کے فاصلے پر ''حر بن یزید ریاحی'' کے مزار ہیں۔ ان کے مزار سے کچھ دور ''قرطۂ'' اور ''کمالیۂ'' میں متعدد ٹیلے اور کھنڈرات'' ہیں۔ انہی ٹیلوں کے نیچے آشوری، بابلی، ساسانی، اموی اور غزنوی عہد کی تہذیبیں مدفون ہیں۔ یہیں اصل کربلا واقع تھا۔ اس جگہ کو آج کل ''ظہیرہ'' نام سے جانا جاتا ہے۔ ترقی کرتے کرتے یہ جگہ کلدانی، عرب، تنوخ لخم اور مناذرہ'' کے زمانوں میں ایک متمدن شہر بن گیا۔

ان زمانوں میں سلطنت کی راجدھانی ''حیرہ'' نامی مقام تھی۔ کربلا، حیرہ اور عین التمر ''' شہروں کے درمیان مشہور تجارتی مرکز کربلا شہر ہی تھا۔ مرکزیت کے سبب بہت سے عرب قبائل یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ جن میں بنوتمیم کی شاخیں، بنودارم، ایاد اور بنواسد کی شاخیں، بنو عامر، بنو غاضرہ'' زیادہ مشہور قبائل ہیں۔

یہ بائل زراعت کا کام کرتے تھے۔ کیوں کہ یہاں کی زمین سرسبز وشاداب ہے۔ نہر فرات کے سبب پانی وافر تھا۔ فرات سے نہریں خصوصا ''نہر علقمی'' درمیان ے گذرتی اہے۔ شاہ بابل بخت نصر (ضحاک) نے اسے فرات کے عربی علاقے ''ہیت'' سے نکال کر کویت تک پہنچایا تھا۔

مگر مرور زمانہ سے اس عروج کو زوال پذیر ہو کر یہ غیر آباد ہوتا چلا گیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کے پہلے ساٹھ سالوں میں کربلا ایک غیر اہم علاقہ بن چکا تھا۔

پھر کربلا جگہ کی جدید تاریخ ۲ر محرم الحرام ۶۱ رہجری کو امام حسین کے یہاں خیمہ زن ہونے سے شروع ہوتی ہے۔ پھر اسی مٹی میں آپؓ کے جسم اطہر کے دفن ہونے کے سبب اس کو مرکزیت اور شہرت حاصل ہو گئی۔ آپ کی زیارت کے زائرین کے سبب یہ سیاحوں کا مقام بن چکا ہے۔ ۷۰۲ ہجر یمیں فرات سے پھر یہاں تک ایک نہر غازان خان ایلخانی نے بنوایا۔ یہی نہر ''نہر حسینی'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۷۶۷ ہجری میں سلطان اویس الجلائری نے قدرتی برساتی جھیل ''الحائر'' کی دوبارہ تعمیر کروا کر اپنے دونوں بیٹوں سے کروائی۔ دسویں، گیارہویں صدی ہجری میں عثمانی اور ایرانی کے درمیان عراق پر قبضے کے لئے کشمکش رہی۔ سلطان سلیمان قانونی کے عہد میں عراق سلطنت عثمانیہ میں شامل کرلیا گیا۔

شہادت امام حسینؓ احادیث کی نظر میں

شہادت حسینؓ منجانب اللہ پہلے سے منظور تھا۔ کیوں نبی کریم ﷺ نے اس تعلق سے پیشینگوئی کی تھی۔ یہ اللہ کے وہ چنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔ جنک ے بارے میں قرآن مقدس میں خود واضح کر دیا گیا ہے کہ ''اے میرے نبی! ﷺ آپ کہ دیجئے اپنی امت کے لوگوں سے کہ ''سب تعریفیں اسی رب کائنات کیلئے برحق ہیں، اور سلامتی نازل ہو اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں پر''۔

اس آیت وارشاد ربانی کے عین مطابق سیدنا حضرت امام حسینؓ ہیں۔ آخران سے بہتر اور کون منتخب بندہ ہوسکتا ہے جن پر خدائے ذوالجلال کی رحمتیں برستی ہوں!

ایک اعتراض: یہ ہوسکتا ہے کہ جب حضور پرنور دل کے سرور محفوظ عن الخطایا کے نواسے تھے تو حضور ﷺ کی نسبت سے تو اللہ تعالی کو ان کی حفاظت کرنی چاہئے تھی۔ جب ان کے کٹے ہوئے سر سے کرامات کا ظہور ہوا، آسمان تک دیکھنے والوں نے لگاتار روشنی دیکھی تو اس روشنی والے مقدس سر کی قدرت نے حفاظت کیں وں نہیں کی۔ جس خلافت کے لئے انہوں نے جان دی کہ میرے قبضہ میں سلطنت اسلامیہ کے رہنے سے نانا جان کے دین متین کی صحیح رخ قائم ہوگا۔ اس کے لئے تو ان کی قربانی دیتے وقت دشمنوں کو زیر کر کے ان کے ہاتھ میں خلافت کو دے دینا چاہئے تھا تا کہ قرآنی نظام کے خلاف کوئی غلط نظم نہ پنپ سکے! لیکن قدرت نے تو ان کی حفاظت کیا ان کی لاش کے ساتھ بھی بے حرمتی کو گوارا کیا! پھر ان کے بعد دہریت پسند اور شخصی نظام ہی قائم ہوگیا، تو کیا فائدہ ہوا ان کی قربانی پیش کرنے سے! میں تو سمجھتا ہوں کہ قدرت کا ان کے ساتھ ظلم ہی ہوا؟

جواب: پہلے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ذمہ دار قسم کے لوگوں کو تعمیری کام کرنے کی ایک ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس کون بھانا فرض ہوتا ہے۔ اس فرضیت کے تحت حضرت امام حسینؓ نے اپنا فریضہ نبھایا۔

دوسری بات یہ کہ تعمیری کام میں اللہ تعالی نے کوئی حتمی ذمہ داری خود نہیں لی ہیں کہ ہر محنت کرنے والے کی محنت کامیاب ہی ہو جائے اور اس کو کامیابی دے ہی دیجائے۔ حضرت امام حسینؓ نے محنت تو اپنے تئیں کر کے ان کے زمانے کے بلکہ اس کائنات کے کیڑے مکوڑوں کو سبق

دے دیا کہ اعلی سے ادنی حاصل کرنے کے لئے اخلاص کے ساتھ صرف رب کے حکم صحیح پر عمل کرنا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹنا ہے۔

تیسری بات یہ کہ آپؓ نے اس سبق کے ساتھ مخلصین بندوں کو یہ سبق بھی دے دی کہ مخالفین اور منافقین لوگوں کے سامنے سرنگوں نہیں کرنا چاہیئے۔ جب نمونہ موجود ہوتا ہے تو اہل حق اس نمونہ کے مطابق ضرور چلتے ہیں۔ اسی وجہ سے آج تک اہل حق کسی باطل کے سامنے سرنگوں نہیں کئے ہیں۔ ناہی کریں گے۔ اسی عراق کے ایک سپوت ''صدام حسینؒ'' کی مثال دوبارہ تاریخ میں رقم ہوگئی ہے کہ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں سے حق کے مقابلے میں کوئی سمجھوتہ اور لیپ پوت نہیں کی اور جان کی قربانی پیش کر دی، تو اللہ تعالی اس کائنات کی چند مختصر سی زندگی میں انسانوں کا امتحان لیتا ہے کہ قرآنی حکم کے مطابق وہ کتنے مخلص اور مجاہد ہے۔ جو حق پہ کھرا، اُترتا ہے۔ وہ دنیا والوں کو قرآنی حکم پر عمل کر کے قربانی پیش کر کے ''انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنيفا و ما انا من المشركين ه انصلوتی ونسکی محیای و مماتی لله رب العالمين '' کے عین تعلیم کو واضح کر دیتا ہے کہ ''میں نے اپنے چہرہ کو بس اس رب کی طرف کیا ہے، جس نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ ان کے حکم کے مطابق میں مشرک لوگوں اور پیٹھ پھیر کر دنیاوی حرص و لالچ میں پڑھ کر دنیا کی زندگی چند لمحوں میں صرف انسانوں کی واہ واہی نہیں چاہتا۔ ناہی میں مشرکوں میں سے ہوں۔ بلکہ میرا مرنا اور میرا جینا اور میری نماز وعبادت سبھی اس رب کے لئے مخصوص ہے جو ایک نہیں تمام عالمین کو پالنے والا ہے۔ اس رب کی مرضی کے مطابق جو جانیں اس دنیا کے لوگوں کے سامنے ذلیل ہوئی ہیں۔ وہ درحقیقت ذلیل نہیں۔ مجاہد جانیں ہیں۔ جنکی قیمت دارین میں کامیابی اور ہر سکون زندگی کا باعث ہے۔

اس طرح حکم الہی پر قربان ہونے والے لوگ، عام لوگوں کو رب والے صحیح رخ ''صراط مستقیم'' کی نشاندہی کر کے ہے۔ جس کے سبب اہل حق اس پر ہی چلتے ہیں۔ اسی طرح اس قربانی دینے والوں سے وہ رب جس نے حکم کے پابدن لوگ کی جانکی قربانی کو پسند کیا ہے۔ دارین میں نام باقی رکھتا ہے اور آخرت میں تو مخصوص مقام اعلی ہوتا ہی ہے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے دینا سلام کی حقانیت کی اب تا قیامت بقا رہے گی۔ ایک جماعت حق پر ہر حال میں قائم رہے گی اور ہے۔ دنیا والوں نے یزید اور اس کی جماعت کے لوگوں کا بس کچھ ہی دنوں بعد حال دیکھ لیا کہ کس طری ایک ایک کر کے بری موت مر کر دارین میں ذلیل وحوار ہوا۔ آج ان کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے۔ کتنوں کے نام ونشان بالکل ہی مٹ گیا۔ تمام

مخلوقات عالم ان پر لعنت بھیجتی ہیں۔اپنی اپنی قبروں میں اپنے کرتوت کے سبب جس تکلیف ہوں گے وہ تو وہی لوگ جانتے ہوں گے۔

اس کے برخلاف حضرت امام حسینؓ اوران کے آل واطہار کے نام سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ان کے نام لیوا ساری کائنات کے انسانوں کے سوا دیگر مخلوقات بھی ہیں۔ بے شمار لوگ ان کے مزار اقدس پہ باادب حاضری دیتے رحمت کی دعائیں کررہے ہیں۔

نیز ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے آل کے لئے دنیاوی جاہ حشم کی ضرورت نہیں تھی۔بس اہل دنیا کو اپنی جان مال کی قربانی پیش کر کے صحیح رخ کی نشاندہی کرنی تھی۔وہ حکم الٰہی کے قانون کے مطابق کردی۔اگر سلطنت کے مالک بنتے تو انسان کی صفت کے سبب اونچ نیچ ہوہی جاتی۔نہ بھی ہوتی تب بھی مخالفین سازش کر کے کچھ غیر قانونی کام کرنے کے لئے راہ ہموار کرہی دیتے۔جس پر ناگزیر طور پر عمل کرنا پڑتا اورنواسۂ رسول مقبول ﷺ کے لئے کسی بھی علت و وجہ سے غیر قانونی کام کوکرنا صحیح نہیں تھا۔اس لئے دنیاوی حکمرانی سے آپؓ کو سرفراز نہیں کیا گیا۔

حالانکہ !اس پر بھی اعتراض ہوسکتا ہے کہ پھر حضرت سلیمان اور حضرداؤدؑ کو اللہ تعالیٰ پیغمبر بنا کر بھی حکمرانی کیوں عطا کی! تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی حکمت ومصلحت کے سامنے ہر سوالات کا جواب دینا انسانی محدود میموری کے مطابق سمجھانا ضروری نہیں۔یہودی آج تک کائنات کی تخلیق کی وجوہات کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔لیکن مشت از خروار یدقدرت کی تخلیقات میں سے سوائے خیالی خیالی باتوں کے پیش کرنے کے گویا ابھی کچھ بھی معلوم نہیں کرسکا ہے۔

اس لئے جانئے کہ قدرت کیا نہیں کرسکتی ہے۔سب کچھ کرنے کے وہ طاقت رکھتی ہے۔مگر کھرے اورکھوٹے کی پہچان انسانوں کے عمل پہ اس نے رکھدی ہے۔اسی حقیقت کوامام حسینؓ نے اُجاگر کی۔جب واضح کردی تو وافت شدہ جسم سے جو جو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔وہ بالکل ظاہر ہے۔مگر دشمنوں کی لاشوں کا سروے کیجئے تو پتہ چلے گا کہ کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بنی دائمی تکلیف میں پڑ چکی ہیں۔

اس سے یہی حقیقت واضح ہے کہ امام حسینؓ اوران کے قافلہ والوں کو اللہ تعالیٰ یقیناً سربلند کرسکتے تھے۔مگر اس دنیا میں ان کی خلافت نہیں دارین پر خلافت کروانی تھی۔اس لئے اب لوگوں کے دلوں پر وہ خلیفہ ہیں اور جنت کے وہ سردار بھی ہیں!اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی وقتی طور پر مدد نہیں کی۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہوا۔اسی لئے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خود پیشین گوئی کی تھی کہ میرا نواسہ حسینؓ بن علیؓ میرے بعد (حق کو قائم رکھنے کے لئے) شہید ہوگا۔چنانچہ

اس تعلق سے کئی احادیث ہیں۔

۱ : ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بیٹے حسینؓ کو میرے بعد شہید کیا جائے گا اور ان کے مدفن کی مٹی میرے پاس لائی گئی ہے اور ان کے مدفن کے بارے میں مجھے خبر دی گئی ہے۔

۲ : حضرت علی المرتضیٰؓ سے بھی ایک حدیث مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے بیٹے حسینؓ بن علیؓ کو فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔

۳ : حضرت سیدہ ام الفضلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس جگہ میرے بیٹے حسینؓ کو شہید کیا جائے گا۔اس جگہ کی مٹی تک میرے پاس موجود ہے۔

۴ : ابونعیم سے ایک روایت مروی ہے کہ حضرت یحی بن حضرمیؓ نے بتایا کہ ہم سیدنا علی المرتضی کے ساتھ سفر میں تھے۔قافلہ حضرت یونسؑ کے مزار پاک کی جگہ ''نینوا'' جب پہنچا تو دریائے فرات کے کنارے آپؓ نے ٹھہرنے کو کہا۔ پھر اس مقام پہ تشریف لے گئے جہاں حضرت سیدنا امام حسینؓ کا مزار پاک موجود ہے۔اس جگہ پہ آپؓ رونے لگے۔رونے کی وجہ دریافت کرنے پر آپؓ نے فرمایا کہ ''یہ وہی جگہ ہے جہاں شہدا کی سواریاں ہوں گی اور خیمے نصب ہوں گے۔ پھر رسول اکرم ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کے خون یہیں بہائے جائیں گے۔اس وقت زمین و آسمان بھی روئیں گے۔

۵ : ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یحیٰؑ کے قتل کے بدلے ستر ہزار ستر افراد قتل ہوں گے۔

۶ : حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کی زوجہ حضرت سیدہ ام الفضلؓ بنت حارث حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس وقت حضرت سیدہ امام حسینؓ حضور پاک ﷺ کی گود میں تھے۔آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔حضرت سیدہ ام الفضلؓ نے رونے کی وجہ پوچھی تو حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے پاس اس جگہ کی مٹی موجود ہے۔ جہاں میرے بیٹے حسینؓ کو شہید کیا جائے اور مٹی سرخ رنگ کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان احادیث کی رشنی میں حضرت امام حسینؓ کا شہید ہونا پہلے سے طے تھا۔گویا کہ دین اسلام کے قوانین کی اشاعت میں قربانی اور جدو جہد میں حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کی قربانیوں کی یہ آخری قربانی بطور قربانی کی تکمیل کے تھی جو کہ مقدر تھی۔وہ پوری ہوئی۔

جیسے ٹیلر کپڑا سلتا ہے تو جو کپڑا انتہائی مشقت و محنت سے بنا ہوا مارکٹ میں بیش قیمت میں بک

کرآیا ہوتا ہے۔اس کا جسم انسانی پر پوست بن کر اس کے جسم کی حفاظت اس کی قسمت میں ٹیلر کے ہاتھوں کتنا مقدر ہوتا ہے۔بغیر کٹے کپڑا انسان کے نزدیک عزت دار اور ہینگر میں پریس کر کے لٹکانے اور اشرف المخلوقات کے جسم پر چڑھ کر عزت پانے اسی طرح بار بار میل کچیل سے دھل دھل کر نفیس جگہوں اور الماریوں میں احترام سے رکھے جانے کے قابل ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔اس لئے کپڑے کا اس طرح عزت پانے کے لئے اس کا انسان کے نام پر قربان ہونا اور کتنا قدرتی تقدیر سے مقدر ہے۔ضروری ہے۔

یہی حال شہدائے اسلام خصوصا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے راز کو سمجھ لیجے۔اب اہل دنیا انکی شہادت ہی کے سبب اسلامی قانون کی شناخت کر پا رہے ہیں۔اس سے حضرت امام حسینؓ کو دارین میں سرداری ونا موری سورج سے بھی زیادہ چمک گئی۔

اہل بیت کے مخالفین کا انجام

مخالفین امام عالی مقام حضرت حسینؓ ابن علیؓ اپنی ظاہری طاقت کے بل بوتے امام حسینؓ کو اپنی سلطانی میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھ کر ان کو شہید کر کے امام حسینؓ کی طرح دارین میں کبھی چمک نہیں سکتے ہیں۔نہ چمک سکے۔تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ستر پردے کے اندھیروں سے بھی زیادہ وہ لوگ اندھیروں میں پڑے کراہ رہے ہیں اور سوائے لعنت بھیجنے کے اوران کے نام پر کچھ نہیں کیا جاتا ہے۔حتی کہ ان کی نسل کے لوگ بھی شہادت حسینؓ کے سوگ کے نام پر خود سے اپنے پورے بدن اور پیٹھ پر بڑی لوہے کی زنجیروں سے پیٹ پیٹ کر عذاب پا رہے ہیں۔یہ اس مجرم جج کے حکم سے خود تھوک تھوک کر اپنے ہی تھوک کو چاٹ چاٹ کر اپنی آزادی کے لئے چاپنے ہی تھوک کے چاٹنے پر مجبور ہونے والے کی طرح ہے۔

ہر سال پہلی محرم سے ہی یہ لوگ بڑے بڑے لوہے کی زنجیروں سے پیٹ پیٹ کر عذاب پا رہے ہیں۔یہ اس مجرم جج کے حکم سے خود تھوک تھوک کر اپنے ہی تھوک کو چاٹ چاٹ کر اپنی آزادی کے لئے چاپنے ہی تھوک کے چاٹنے پر مجبور ہونے والے کی طرح ہے۔اس سے بڑا اور کیا عذاب ہوسکتا ہے۔

حضرت امام عالی مقام کو شہید کر کے یزید خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ ساری کائنات ہماری ہی ہے۔اس لئے اس کی حکومت کے لئے اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔لیکن اس کو فرمان الٰہی ''ان

الارض للـہ یرثھا من یشآء'' یاد نہیں تھا کہ ''یہ زمین اللہ کی ہے۔ جسے وہ چاہتا ہے۔ اس کا وارث بناتا ہے۔ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی اس زمین کا حقیقی وارث نہیں بن سکتا ہے۔ جس رسول آخرالزماں کے صدقے میں اس کائنات کی تخلیق ہوئی۔ اس رسول ﷺ کے نواسے کو شہید کرنے سے یزید کو اس کائنات کے محض ایک خطہ کی حکمرانی دائمی نہیں مل سکتی ہے۔

لیکن یزید خوش فہمی میں تھا کہ اب میری حکمرانی کے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ اس طرح جوش و خروش کے ساتھ احکامات جاری کرتے ہوئے حکمرانی کرنے گا۔ چہار طرف غیر قانونی حرکتیں بھی شروع ہوگئیں۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی و بہن کا حرام نکاح، سود وشراب کی کثرت عام طور پر ہونے لگے۔ نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ دیانت وصداقت ختم ہوگئے۔ قتل وغارت گری جو کربلا سے شروع ہوئی تو اب اس کا بازار مستقل گرم ہوتا ہی رہا۔

اھل مدینه نے بیعت منسوخ کر دی: یزید کی حرکت دیکھ کر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت تاریخ الخلفاء کے بقول ۶۳ رہجری میں جب منسوخ کر کے یزید پر حملہ کرنا چاہا۔ اس کی خبر یزید کو مل گئی۔ اس پر اس نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر ۶۳ رہجری میں مسلم بن عقبہ کی نگرانی میں بارہ یا بیس ہزار لشکر کے ساتھ چڑھائی کر دی۔ بروایت تاریخ الخلفاء رص: ۲۱۰ ر کے مطابق مقام ''طیبہ'' میں جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ''جنگ حرہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں اس فوج نے حد ہی پار کر دی۔ وہ طوفان برپا کیا کہ خواتین کو ذلیل کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ''کعبہ'' شریف تک میں آگ لگا دی۔ سات سو صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا گیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا گیا۔ پاکدامن عورتوں کو اپنے لئے تین شبانہ روز اپنے لئے حلال کر لی۔ روضہ اقدس ﷺ کی بے حرمتی کی گئی۔ مسجد نبوی ﷺ میں گھوڑے باندھے گئے۔ ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پڑے۔ تین دنوں تک مسجد نبوی ﷺ میں نماز نہ ہوئی۔ کبار تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیّب پاگل بن کر مسجد نبوی ﷺ کی حفاظت میں رہے۔ لیکن ظالموں نے ان کو بھی گرفتار کر لیا۔ مگر دیوانہ جان کر پھر انہیں چھوڑ دی۔

اسی طرح اس جنگ میں جب مسلم بن عقبہ ہلاک ہوگیا تو ''حصین بن نمیر'' شامی لشکر کا سردار مقرر ہو کر اسے مکہ بھیج دیا گیا۔ اس وقت اہم مکہ اہل مدینہ پر یزیدی فوج کی ظلم وزیادتی، عورتوں اور کعبے تک کی بے حرمتی اور شراب نوشی کے سبب غصہ میں یزیدی فوج سے مقابلے کے لئے اہل مکہ وحجاز نے بھی یزید کی بیعت توڑ کر اس کے حق طور پر مقابلے کے لئے نکل پڑے۔

یزیدی فوج نے دوسرے دن ''کوہ ابوقبیس'' پر نصب کر کے پتھر برسانا شروع کر دی۔اس سنگباری سے حرم شریف کا مبارک صحن پتھروں سے بھر گیا۔مسجد حرام کے ستون تک ٹوٹ گئے۔کعبہ شریف کی دیوار بھی شکستہ ہوگئی۔چھت تلگر گئی۔یہ شامی لوگ پتھر برسانے کے ساتھ ساتھ روئی اور گندھک اور رال گولے بھی بنا بنا کر پھینکے۔جس سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔۔غلاف کعبہ جل گیا۔حضرت اسماعیلؑ کے بدل جو دنبہ منجانب اللہ ذبح اسماعیلؑ کے وقت جنت سے آکر ذبح ہوا تھا۔اس کی جو سینگ تبرکا کعبے میں آویزاں تھی۔وہ بھی جل گئی۔اہل مکہ اور حرم شریف کے لوگوں کا باہر نکلنا دشوار ہو چکا تھا۔۲/ماہ تک اسی طرح انتشار میں لوگ سخت مصائب میں گھرے رہے۔

یـزیـد پلید کی موت اور اس کے بعد کا حال:رب ذوالجلال کو جب اس طرح کعبے کی بے حرمتی دیکھی نہ گئی تو اس فوج کے کنٹرولر اور حاکم اعلی ''یزید ہلید'' کی پھر خبر لی۔چنانچہ وہ پلید انسان کل تین برس سات مہینے حکمران کر کے شہر حمص /یا بروایت دیگر ''شہر حوارین'' میں ۱۵/ربیع الاول ۶۴/ہجری کو بعمر ۳۹/ہلاک ہوگیا۔جبکہ اس کے تکیہ کے پاس نعوذ باللہ! شراب کا مشکیزہ لبالب بھرا رکھا ہوا تھا۔نیز نشہ میں مست شرابی یزید پر گانے والی کبھی بیٹھ کر کبھی کھڑے ہو کر سارنگی لئے بجاتے رو رہی تھی۔

یزید کی ہلاکت کی خبر سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ہوئی۔انہوں نے پکار کر ان شامی یزیدی فوجوں سے کہا کہ اے بدبختو! تمہارا گمراہ سردار ہلاک ہو چکا ہے۔اب کیوں لڑ رہے ہو؟ پہلے تو شامیوں نے اس خبر کو فریب جان کر جنگ میں ہی مصروف رہے۔لیکن بعد میں پھر تیسرے دن ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آکر یزید کی ہلاکر کی خبر دی تو یقین کر کے حوصلے پست کر لئے۔اب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے حوصلے بلند ہو گئے۔شامیوں پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔اس سے شامی لوگ خائب و خاسر بھاگ نکلے۔اس طرح اہل مکہ کو اللہ تعالی نے نجات بخشی!

آخر ایک صحابی رسول اور جلیل القدر خلیفہ امیر معاویہ کے صلبی بیٹے ''یزید'' کو کیا دین اسلام اور مسجد نبوی ﷺ کی اہمیت وقدر معلوم نہیں تھی؟ حدیث نبوی ﷺ ''الولد سر لابیه '' کے تحت یزید میں امیر معاویہؓ بن سفیانؓ کی صداقت و دینداری کا ذرا سا حصہ بھی نصیب نہ ہوا تھا کہ اس نے مکہ اور مدینہ کی حرمت کو پامال کر کے ان کے فضائل و برکات کے حصول کا خیال تک نہ کی۔بلکہ حضور اقدس ﷺ کے فرمان کے مطابق ملعون نکلا؟ کیا اسے نبی کریم ﷺ سے حضرت سعدؓ کی روایت

کہ جوشخص اہل مدینہ سے مکر وفریب کرے یا جنگ کرے تو وہ اس طرح پگھل جائے گا، جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔معلوم نہیں تھا!

اسی طرح حضرت سعد بن وقاصؓ کی حدیث '' جو مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، حدائے تعالی اس کو دوزخ کی آگ میں '' رانگا'' کی طرح پگھلائے گا'' نہیں سنی تھی؟ اسی طرح حضرت سائب بن خلادؓ سے مروی روایت کہ نبی اکرم ﷺ نے فرما کہ جس نے اہل مدینہ کوظلم سے خوفزدہ کیا۔خدائے تعالی اسے خوف میں مبتلا کردے گا، اور اس پر اللہ ملائکہ اور سب لوگوں کی قیامت کے دن تک لعنت ہے۔اس کی نہ فرض عبادت قبول فرمائے گا نا ہی کوئی نفل!'' کیا یہ حدیث یزیدی فوج کو پتہ نہیں تھی۔

نہیں! یہ حقیقت ہے کہ اسے سب پتہ تھا۔مگر عالم ازل میں قابیل رقائن رکنیش بن آدمؑ اور کنعان بن نوح رمنو کی طرح آدمؑ کے بائیں جانب پیدا شدہ جہنمی افرادوں میں سے تھا۔اس لئے امیر معاویہؓ کی تربیت سے اسے کچھ حصہ خیر نصیب نہ ہو سکا۔اسی وجہ سے اس نے حضرت امام حسینؓ کے خون کا ناحق ذمہ دار بننے کے ساتھ ساتھ مکہ اور مدینہ اور روضہ اقدس و کعبۃ اللہ کے ساتھ بے حرمتی کی۔

واضح رہے کہ مالک الملک نے ہدایتی قوانین قرآن مجید دے کر انسان کو تو خودمختار بنا دیا ہے۔اب وہ ہدایات ربانی اور محترم شی کا کتنا پاس ولحاظ کرتا ہے۔محض دیکھتا اور اس کے کرتوت کے موافق نتیجہ ظاہر کرتا رہتا ہے۔اس کائنات کی تخلیق کے وقت رب کائنات نے ہر چیز کی مقدر، صفات متعین کر کے کائنات میں سیٹ کر دی ہیں۔ان کے استعمال کے لئے ایک قانونی دائرہ قرآنی الفاظ کے ذریعے پیش کر دی ہیں۔یہی پیش کردہ قوانین احکام رب العالمین ہیں۔'' لا تبدیل لکلمت اللہ '' قانون کے تحت چیز کے پارٹس کی آپس میں سیٹنگ کے بعد اس میں تبدیلی ممکن نہیں ہوتی ہے۔اب اس چیز کے استعمال کرنے کے ہدایات وقوانین کے اندر ہی اسے استعمال کر کے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔اس کے برخلاف من موجی عمل سے چیز اپنے اپوزٹ صفات کو ظاہر کر کے نقصان پہنچا سکتی ہے یا تو چیز برباد ہوگی یا استعمال کروالا نقصان حتمی طور پر اٹھائے گا۔

یزید اس حقیقت سے واقف نہیں تھا۔اگر واقف تھا تو شیطانی بھول بھلیا میں رہ گیا۔اس نے نسیان اور حکمرانی کے نشے میں رب کائنات کے قرآن مجید کے پارہ ۱۷ رکی ۴۷ رویں آیت '' ونضع

الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا و ان كان مثقال حبة من خردل أتينا بها و كفى بنا حسيباه کوبھی یادنہیں رکھ سکا کہ جس میں خالق کائنات نے واضح کر دی ہیں کہ ''ہم قیامت کے دن ایسے ترازو سامنے لائیں گے جو سراپا انصاف والی ترازو ہوگی۔ چنانچہ کسی پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (اپنے پرائے، خاندان کے لوگ قریب وبعید کے لوگ حتی کہ باپ، بیٹا، بیٹی، ماں، اولاد اور والدین، رشتے دار، وغیرہ کوئی بھی ایک دوسرے کے اوپر ''رائی'' کے دانہ کے برابر بھی ظلم کئے ہوں گے تو ہم اس کو سامنے کر دیں گے (اور اللہ کہتا ہے کہ) اور ہم تو حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

میدان کربلا میں جس دیدہ دلیری سے اور حسینی قافلے پر اور حضرت امام حسینؓ اور کل اہل بیت پر دشمنوں نے ظلم کیا تھا۔ وہ صرف دنیاوی حرص وطمع کے سبب کیا تھا۔ ان سبھوں کے نتائج وانجام قیامت میں تو اسپیشل ملیں گے ہی۔ اس دنیا میں بھی قدرت نے دے کر اہل دنیا کو دکھادی۔

یزید کا انجام : چنانچہ جب اہل مدینہ نے یزید سے بیعت کو منسوخ کر دیا تو اللہ عزوجل کے کعبے میں اس کی فوج کے آگ لگا دینے کے سبب عذاب نازل یوں ہوا کہ یزید قولنج کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ بڑے سے بڑے طبیب نے علاج کی مگر کسی کا علاج مفید نہ ہو سکا۔ آخر کار اسی مرض میں تڑپ تڑپ کر تین سال ۸ر مہینے حکومت کرنے کے بعد ٦٦ر ہجری کو ۳۸ر برس کی عمر میں جہنم واصل ہو گیا۔ خسر الدنیا والآخرہ۔ کیا ملا!! جہاں یزید نے فوج کشی کر کے کعبے پر سنگباری اور آگ زنی کا ذمہ دار ہے۔ وہیں اس کے تعلق سے بروایت تاریخ الخلفاء میں واقدی کی روایت ابوجعفر باقر کی زبانی ایک کارنامہ قابل تعریف یہ نقل ہے کہ ''سب سے پہلے یزید بن معاویہؓ ہی نے دین اسلام میں خانۂ کعبہ پر موٹا ریشمی غاف چڑھایا تھا''۔

یزید کے مرید ''ابن زیاد'' کا انجام : اس کے بعد اللہ تعالی نے عبید اللہ ابن زیاد یزید کے مرید خاص کو کیفر کردار اس کی بدعملی اور منافقانہ حرکت کے سبب سزا دینے کے لئے کوفہ کی جیل میں قید ''مختار ثقفی'' نامی ایک شخص کو منتخب کیا۔

صورت اسکی طبری نے یوں بیان کی ہے کہ یزید جب ٦۴ر ہجری میں مر کر واصل جہنم ہو گیا۔ اس کے بعد ٦١ر ہجری سے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے ماننے والے لوگ اپنے کئے پر پشیمان وشرمندہ ہو کر پھر اپنے اندر ''خون حسین بن علیؓ'' کا بدلہ لینے کیلئے جوش پیدا کر کے کوفہ میں ایک مشہور ومعتبر شخصیت ''سلیمان بن صرد خزاعی'' کے مکان پر ''مسیّب بن نخبہ فزاری، عبداللہ ابن سعد بن نفیل ازدی، عبداللہ بن دال تیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی وغیرہ اہل ثروت جماعت شیعہ وغیرہ

سب مل کر جمع ہوئے۔ گفت وشنید اور آپسی بحث وتکرار کے بعد باتفاق رائے اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے اپنا سردار ''سلیمان بن صرد خزاعی'' کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس معیت و کمیٹی کی تشکیل کے بعد کمیٹی کے صدر ''سلیمان بن صرد خزاعی'' خفیہ طور پر سلطنت اسلامیہ کے امیروں سے خط و کتابت کر کے اپنے مقصد کیلئے کوشش کرنے لگا۔ اس کی اس کوشش سے ''مدائن'' کے رہنے والے ''سعد بن حذیفہ بن الیمان'' اور بصرہ کے رہنے والے ''مثنی بن مخربہ عبدی'' دونوں سلیمان بن صرد خزاعی کی تحریک سے متفق ہو کر خون حسین کا قصاص وبدلہ لینے کے لئے تل گئے۔ رفتہ رفتہ جمعیت اور اس کام کے لئے ممبران میں اضافہ ہوتا رہا۔

۶۴ رہجری میں ''یزید'' کے مرجانے کے بعد سلیمان صرد بن خزاعی اپنے سردار وصدر اعلی سے ،اس کے متبعین نے خون حسینؓ لینے کے لئے خروج کرنے کو کہا۔ اس وقت ''سلیمان بن صرد خزاعی'' نے ''یہ وقت خروج نہیں ہے'' کہ کر خروج سے انکار کر دی۔ وجہ اس کی یہ بیان کی ''کوفے میں ہم نوا لوگوں کی کمی ہے''۔

سلیمان بن صرد کے اس جواب پر اس کے متبعین لوگوں نے سمجھ لیا کہ سلیمان ٹال مٹول کر رہا ہے۔ اس لئے ان لوگوں خفیہ طور پر سلیمان سے رابطہ ختم کر کے ''کوفہ'' کے مالداروں سے لنک کر کے اکثر لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کر لی۔ کچھ عرصہ بعد اہل کوفہ نے ابن زیاد کی طرف سے مقرر کردہ گورنر ''عمرو بن حریث'' کو ''کوفے'' سے نکال باہر کر کے سلیمان کو چھوڑ کر ''عبد اللہ بن زبیرؓ'' کے ہاتھ پر سارے متبعین لوگوں نے بیعت کر لی۔

یزید کے مرنے کے چھ مہینے بعد نصف رمضان میں ''مختار بن عبید ثقفی'' نامی شیعان علی میں سے ایک شخص کوفہ کو گیا۔ اسی درمیان حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کوفہ سے گورنری خراج وصول کرنے کے لئے ''عبد اللہ بن یزید انصاری اور ابراہیم بن محمد طلحہ کو بھیجا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ مختار اہل کوفہ کو خون حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے ابھار رہا ہے۔ اہل کوفہ نے کہا کہ ''تم اس تعلق سے کیوں بات کر رہے ہو؟ ہم لوگوں نے تو اس کام کے لئے سلیمان بن صرف خزاعی کو اپنا سردار بنایا ہی ہے۔ وہ اس وقت کسی مصلحت کے سبب خاموش ہیں! لیکن موقع ملتے ہیں وہ یہ کام ضرور کریں گے''۔

مختار ثقفی نے جواب دیا کہ بھائی! تم لوگوں کو سلیمان کے بارے میں معلوم نہیں ہے! وہ ایک نہایت سست آدمی ہیں۔ لڑائی جھگڑے سے ہمیشہ جی چراتا ہے۔ وہ کچھ نہیں کرے گا۔ بس یونہی تم لوگوں کو وجہ بنا بنا کر ٹالتا رہے گا! سنو! مجھے حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کے سگے بھائی ''محمد بن

الحنفیہ'' نے اپنا وزیر مقرر کر کے بھیجا ہے۔ اس لئے سلیمان کو چھوڑو! تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کر کے حسینؓ بن علیؓ کے قاتلین سے خون بہا کا بدلہ لو!

مختار ثقفی کے اس بات سے شیعان علی کے ایک جم غفیر مختار کا حامی بن کر خون حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے کام کرنے لگا۔ ان لوگوں کے اس تحریک کی خبر کوفہ میں خراج گورنری کے وصول کرنے جانے والے 'عبداللہ بن یزید انصاری اور ابراہیم بن محمد طلحہ'' کو معلوم ہوئی۔ وہ بھانپ گیا کہ مختار ثقفی اس عنوان سے خروج کرنے والا ہے، اس لئے انہوں نے اہل کوفہ کو جمع کر کے تقریر کرتے ہوئے سپورٹ کی کہ ''ہم لوگ اس میں پہل تو نہیں کریں گے۔ بلکہ اگر وہ لوگ لڑیں گے تو ہم لوگ بھی ان سے لڑیں گے۔ اگر ابن زیاد بھی اس طرف رخ کی تو ہم خون حسینؓ کا بدلہ لینے والوں کے لئے مددگار بنیں گے''۔

عبداللہ بن یزید انصاری کے بعد انکے ساتھی ابراہیم بن محمد طلحہؓ نے عبداللہ بن یزید کی تقریر کے خلاف اہل کوفہ کو سمجھایا کہ تم لوگ! اس شخص کی تقریر سے مغرور نہ ہو جانا! واللہ! جو شخص ہماری مخالفت میں آئے گا۔ ہم فوراً اس کا سر قلم کر دیں گے''۔ ابھی ابراہیم بات کر ہی رہا تھا کہ ''مسیّب بن بخبہ'' انکی پٹی کاٹ کر چلا کر کہا کہ: تو تلوار سے ہم کو ڈراتا ہے۔ تو تو وہی ہے نا! جس کے باپ، دادے کو ہم نے قتل کیا تھا! البتہ عبداللہ نے راست بات کہی ہے۔ تب ابراہیم نے پھر ڈانٹ کر عبداللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: بیشک ہم اپنے مخالفین سے ضرور لڑیں گے۔ عبداللہ نے کہا کہ تو افسر تو نہیں ہے کہ سست تقریر کر رہا ہے۔ تیرے سپرد جو کام ہے۔ بس وہ کر!

یعنی خراج وصول کر اس طرح! آپس میں تھوڑا مباحثہ ہونے لگا۔ اس مباحثہ کے درمیان ابراہیم یہ کہہ کر اٹھ کر اپنے قیامگاہ میں چلا گیا کہ اس کی شکایت ہم امیر المؤ نین عبداللہ بن زبیر سے کریں گے۔ دوسرے دن عبداللہ انصاری ابراہیم کا ساتھی ابراہیم کے مکان پہ آ کر معذرت کی۔ ابراہیم نے معذرت قبول کر لی۔

خون بہا کے پہلی کمیٹی کے صدر ''سلیمان صرد خزاعی'' کو یہ خبر معلوم ہو گئی۔ اس کے بعد سلیمان صرد خزاعی کے ہمراہی لوگ کھل کر آلات جنگ خریدنے لگے۔ چند دنوں بعد جزیرہ کی طرف ''سلیمان صرد خزاعی'' نے خروج کی تو عمر بن سعد شبث ربعی زید بن حارث بن رویم کے کہنے سے اس نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد طلحہ نے مختار ثقفی کو گرفتار کر کے قید کروادی۔ تاکہ وہ بیچ میں کام نہ بگاڑے۔

اس کے چند دنوں بعد ربیع الثانی ۶۵ رہجری میں چاند رات کو سلیمان بن صرد خزاعی'' خون حسینؓ کے بدلہ لینے کی غرض سے کوفہ میں خراج وصول کرنے کے ذمہ دار'' عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد طلحہ'' کو خبر کئے بغیر'' کوفہ'' سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا۔ اپنی فوج پر نگاہ ڈالی تو تعداد سے تعجب ہوا۔ صبح ہی حکیم بن منفذ کندی اور ولید بن عصیر کنانی کو کوفہ بھیج کر حسین بن علیؓ کے خون کے بدلہ لینے کے لئے ابھارنے کو کہا۔ یہ کوفہ جا کر کوفیوں کو ابھار کر دوگنی تعداد تقریبا سولہ ہزار فوج کوفہ سے سلیمان کی فوج میں پہنچ گئی۔ تین روز تک سلیمان نخیلہ میں رہا۔ اسی درمیان مزید لوگ کوفہ سے اُملے۔ اب یہاں سے جنگ کی روانگی کرنی تھی۔ بوقت روانگی عبداللہ بن سعد بن نفیل نے کہا کہ ہم لوگ چونکہ خون ح سین کا بدلہ لینے کو قاتلین حسینؓ سے لڑنے کو نکلے ہیں۔

چونکہ کل قاتلین کوفہ ہی میں موجود ہیں۔ اس لئے انکو چھوڑ کر کہاں خاک چھاننے جا رہے ہو؟ کوفہ ہی پر حملہ کرو۔ ہمراہیوں نے اتفاق کیا۔ مگر سلیمان نے اختلاف کی اور کہا کہ اصل سردار جو حسینؓ کو قتل کیا تھا۔ وہ فاسق عبد اللہ بن زیاد ہے۔ پہلے اس سے لڑنا ہے۔ بعد لوگوں کو تشفی ہوگئی۔ اس کے بعد کوفہ کے علاوہ جگہوں کے قاتلین حسین بن علیؓ سے خون حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے'' سلیمان صرد خزاعی'' نے شامی لشکر سے جنگ کرنے کے لئے بہت سارے حالات سے گذر کر پانچ ربیع الثانی ۶۵ رہجری جمعہ کی شب میں مقام نخیلہ سے نکل کر مدفن حسین بن علی کربلا پہنچ کر ان کے ساتھ چھوڑ دینے اور ہمارہ ہو کر کربلا میں نہ لڑنے کی وجہ سے وہاں خوب روئے۔ گڑ گڑائے۔ چوبیس گھنے وہاں رک کر پھر دوسرے دن انبار کی طرف نکل گئے۔ چلتے چلتے'' قرقیسا'' پہنچے۔ یہاں سے'' زفر بنا حارث کلابی'' کے مشورہ سے'' عین الوردہ'' مقام میں مقیم ہو گئے۔ یہاں شامیوں سے ملاقات ہوگئی اور کئی دنوں تک جنگ کر کے ہار کر راتوں رات کوفہ واپس آ گئے۔

اس کے بعد مروان کے لڑکے عبد الملک کی حکمرانی آ گئی۔ انکے دور میں خوارج کی بغاوت ہوئی۔ مہلب و خوارج کی جنگ ہوئی۔ جس میں خوارج پسپا ہوا۔ اسی درمیان میں مختار کی رہائی ہوگئی۔ حسین بن علی کے خیر خواہوں سے ربط وضبط کر کے عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن یزید حطمی اور ابراہیم بن محمد طلحہ کو ہٹا کر کوفے میں عبداللہ بن مطیع کو گورنر بنادی۔

'' عبداللہ بن مطیع'' ۲۵ رمضان ٦٦ ہجری کو کوفہ پہنچ کر کام میں لگا۔ ادھر مختار اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر بہت سے لوگوں کو خون حسینؓ کا بدلہ لینے کے حسینؓ بن علیؓ کے بھائی محمد بن الحنفیہ کی طرف سے اس کام پر مامور ہونے کے خط کو دکھا کر مرید بنا چکا تھا۔ لوگوں نے مختار کے ہاتھ پر اس مقصد کیلئے بیعت کر لی۔ اس طرح مختار مضبوط فوج بنا کر ۱۴ ربیع الاول ٦٦ ہجری پنجشنبہ کی رات مغرب

بعد ابراہیم مع اپنے ہمراہیوں کے مختار کی طرف آ کر حالات سنائے۔ مختار نے شیعوں کے پاس خون حسینؓ کے بدلہ لینے کے لئے اعلان کروا کر کوشش کر کے جنگ کر کے کوفہ پر قبضہ کر کے حاکم بن گیا۔ اس کے بعد اور مضبوط ہو کر موقع نکال کر تمام قاتلان حسینؓ سے خون حسینؓ بن علیؓ کو چن چن کر قتل کی۔

اس طرح مختار قید خانہ سے بفضل الٰہی نکل کر ایوان اقتدار میں پہنچا۔ اقتدار سنبھال کر شہادت امام حسینؓ کے قاتلین سے بدلہ لینے کے لئے جنگ کر کے کوفہ کے ہر اس گھر میں جس میں قاتلین حسین بن علیؓ کے مجرم تھے چن چن کر اس نے تباہ کر دی۔ ابن زیاد نے جب دیکھا کہ اب میں بھی بچنے والا نہیں ہوں تو راہ فرار اختیار کی۔ مختار نے اس کا تعاقب کر کے جس طرح امام حسینؓ کے سر کو جدا کیا تھا۔ اس نے بحکم الٰہی اس کے سر کو بھی اس کے تن سے بالکل جدا کر دی۔ پھر جس طرح حسینؓ بن علیؓ کے سر کو تلوار سے کھٹکھٹا کر ذلیل و رسوا کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس کے سر کو بھی ٹھوکریں ماری گئیں۔

ابن زیاد کے مرید "عمرو بن سعد" کا انجام : جس طرح عمرو ابن سعد حقیقت جاننے کے باوجود حضرت امام حسینؓ سے نرم پہلو اختیار کرنے بعد ابن زیاد کے دباؤ میں آ کر حق کو لات مار کر دنیاوی جاہ وجلال حاصل کرنے کے لئے حضرت امام حسینؓ سے جنگ کے لئے میدان کربلا میں اعلان کر کے صفیں درست کیا تھا۔ اس کا بدلہ مختار ثقفی نے اس سے لیا۔ جیسے مختار نے مجرمین حسینؓ کی گرفتاری کے لئے اعلان کیا۔ فوراً عمرو بن سعد روپوش ہو گیا۔ مگر مختار ثقفی نے اس ملعون کو ڈھونٹ نکال کر جس طرح پیارے آقا ﷺ کے نواسے کو بھوک و پیاس کی حالت میں ان کے اہل بیت کے سامنے شہید کیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح عمرو بن سعد کے اہل وعیال کے سامنے مختار ثقفی نے اس ملعون کو مار کر جہنم واصل کر دی۔

شمر بد بخت کا انجام : گرفتاری کرتے کرتے مختار ثقفی کے سپاہی لوگ جب شمر ذی الجوشن کو گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کیا تو وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پیاس سے اس کا حلق بھی سوکھ رہا تھا۔ اس نے رو رو کر مختار ثقفی سے پانی کے ایک گھونٹ پینے کے لئے گذارش کی تو مختار ثقفی نے اسے یاد دلایا کہ ابھی تجھے اپنی پیاس یاد ہے۔ مگر معزز گھرانے کے معزز فرزند اور نواسہ رسول ﷺ اور ان کے اہل بیت کے میدان کربلا میں پانی سے دور رکھا اور پیاس کی حالت میں شہید کیا، ان کے اہل بیت پر ظلم کیا وہ احساس کیوں نہ ہوا؟ اب تو خود پانی کو ترس! اس کے بعد شمر بد بخت پیاس سے تڑپ تڑپ کر قتل ہوا۔

مختار ثقفی کا قاتلین حسینؓ کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عمل تو نہایت قابل تعریف ہے۔ مگر آخر میں یہ شخص خود مرتد ہوکر نبوت کا دعوی کردی۔ جس کے سبب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس پر ۶۷ھ ہجری میں لشکر کشی کرکے اس پر غلبہ پاکر اس ملعون مدعی نبوت کو بھی قتل کردیا۔ اس طرح دشمن امام حسینؓ کو اللہ تعالی دشمن نبوت سے ہی بدلہ دلاکر دونوں کو جہنم واصل کردی۔

حسینؓ کے سر کو گھوڑے کی گردن میں لٹکانے والے بد بخت کا انجام : یزیدی ہم خیال ابن زیاد کی فوج میں ایک نوعمر نہایت حسن و جمال والا بے مثال شخص امام حسینؓ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر ذلیل کیا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل مسخ ہوکر کالا سیاہ ہو چکا تھا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ ’’جس روز سے حضرت سیدنا امام حسینؓ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا۔ اسی دن سے ہر رات دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں بازوں پکڑ کر کہیں لے جاکر سخت بھڑکتی آگ میں ڈال ڈال کر نکالتے ہیں۔ اسی وجہ سے میرا چہرہ اس طرح ہوگیا ہے۔ یہ عمل اس کے ساتھ زندگی بھر ہوتا رہا۔ اسی میں جھلس کر وہ آخر کار مر بھی گیا۔

ایک کمبخت بوڑھے کا انجام : ایک بد بخت بوڑھا بھی امام حسینؓ کے قتل میں مدد کرنے والا تھا۔ ایک مہلک مرض سے سزا پایا۔ اس کا تذکرہ ایک مجلس میں ہو رہا تھا تو ایک دوسرے بوڑھے نے کہا ’’ میں نے بھی تو حسینؓ کے قاتلوں کی مدد کی تھی نا! مجھے تو کچھ نہ ہوا، نا!‘‘ کہ کر اٹھا اس نے چراغ کی روشنی مدھم ہو رہی تھی۔ وہ اس کو درست کرنے لگا۔ اس سے اس کے کپڑے میں آگ لگ گئی۔ آگ بجھانے کے لئے اس نے ہاتھ پیر مارنے شروع کی۔ چلا چلا کر مدد کرنے کے لئے لوگوں کو بلاتا رہا۔ مگر کوئی اس کی مدد کے لئے نہ آیا اور وہاں سے بھاگنے لگا۔ قریب ہی نہر فرات میں آگ بجھنے کے لئے اس نے چھلانگ لگادی۔ لیکن خدا کی قدرت کہ پانی میں پانی سے آگ بجھنے کے بجائے اور بھڑک گئی اور چند منڈوں میں وہ بدنصیب بھی جل کر کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

قاتلین حسین کا معاون کتے کو سزا : حافظ ابن حجر عسقلانی کی روایت کے مطابق حضرت صالح شامیؒ نے حلب میں خواب میں پیاسے کالے کتے کو پانی پانے کی کوشش کی تو ہاتف غیبی کی یہ آواز سن کر رُک گئے کہ ’’یہ کتا بھی قاتلین امام حسینؓ کے قاتلین کی مدد کرنے والوں میں سے تھا‘‘ اس لئے یہ کتا بھی پیاسا ہی تڑپ تڑپ کر مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قرآن مجید کے پارہ ۱۷ کی ۲۷ رویں آیت ''ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلمنفس شيئا و ان كان مثقال حبة من خردل أتينا بها و كفى بنا حسيباه **میں جو کہا** ہے سچ ہے کہ 'رائی'' کے دانہ کے برابر بھی کسی نے کسی پر ظلم کیا ہوگا تو اللہ تعالی اس کو سامنے کر کے رہیں گے''۔

بقلم خاص: مفتی محمد سجاد حسین القاسمی، نانپوری
مقیم حال! بنگلور کرناٹک، انڈیا
تاریخ: یکم جولائی ۲۰۲۴

☆☆☆☆☆☆